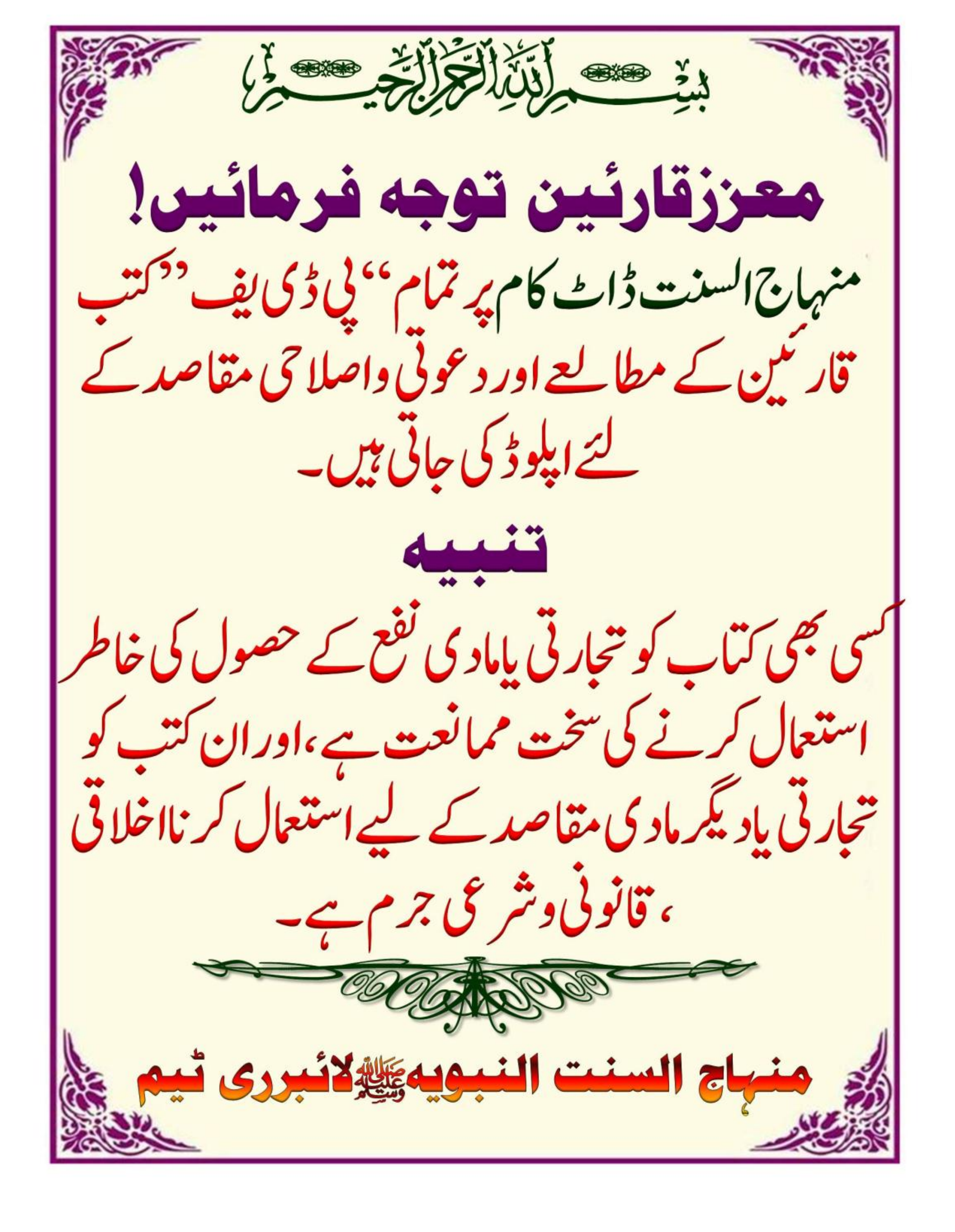


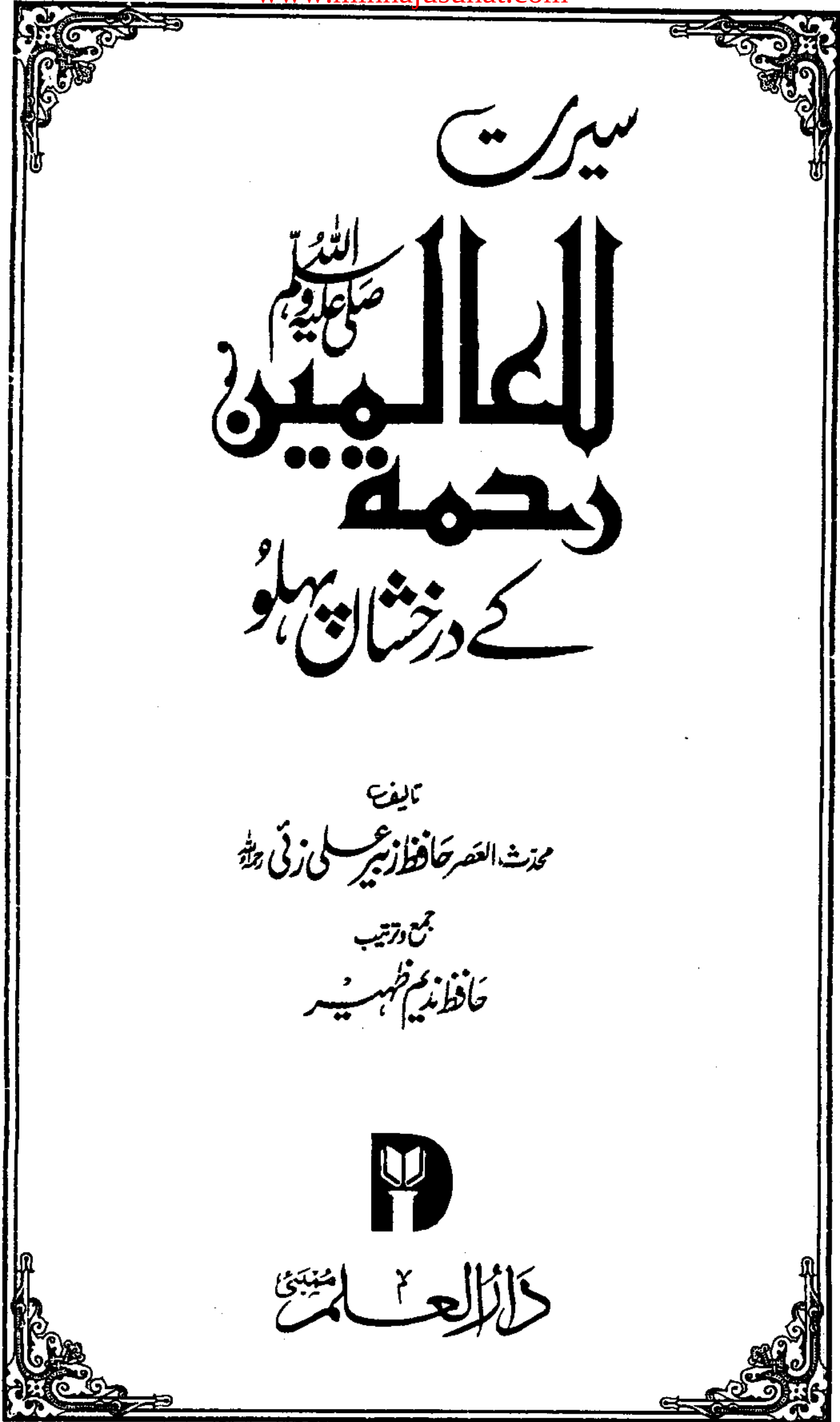
تالیف
محدث العصر حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ

جمع وترتیب
حافظ ندیم ظہیر

دار العلم ممبئی



www.minhajusunat.com


سیرت
رحمة للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم
کے درخشاں پہلو
تالیف
محدث العصر حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ
جمع وترتیب
حافظ ندیم ظہیر
دار العلم ممبئی

سلسلہ مطبوعات دارالعلم نمبر 234

نام کتاب	:	سیرت رحمت للعالمین ﷺ کے درخشاں پہلو
تالیف	:	محدث العصر حافظ زبیر علی زئی رحمۃ اللہ علیہ
جمع وترتیب	:	حافظ ندیم ظہیر
ناشر	:	دارالعلم، ممبئی
طابع	:	محمد اکرم مختار
تعداد اشاعت	:	ایک ہزار
تاریخ اشاعت	:	۲۰۱۵ء
مطبع	:	بھاوے پرائیویٹ لمیٹڈ، ممبئی



DARUL ILM
PUBLISHERS & DISTRIBUTORS
242, J.B.B. Marg, (Belasis Road),
Nagpada, Mumbai-8 (INDIA)
Tel. (+91-22) 2308 8989, 2308 2231
Fax : (+91-22) 2302 0482
E-mail : ilmpublication@yahoo.co.in

فہرست



حرفِ اول

الحمد لله ربّ العالمين والصّلوٰة والسّلام على رسوله الأمين، أما بعد:

اللہ رب العزت کا احسان عظیم ہے کہ اس نے انسانیت کی ہدایت کے لئے نبی کریم ﷺ کو رحمت بنا کر مبعوث فرمایا۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿ وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ ﴾

''ہم نے آپ کو تمام جہان والوں کے لئے رحمت بنا کر بھیجا ہے۔'' (الانبیاء:۱۰۷)

نیز فرمایا: ﴿لَقَدْ مَنَّ اللّٰهُ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ اِذْ بَعَثَ فِيْهِمْ رَسُوْلًا مِّنْ اَنْفُسِهِمْ يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِهٖ وَيُزَكِّيْهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَاِنْ كَانُوْا مِنْ قَبْلُ لَفِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ﴾ ''اللہ تعالیٰ نے اہلِ ایمان پر بڑا احسان کیا ہے کہ ان میں انھی میں سے ایک رسول کو مبعوث فرمایا جو اُن کو اس کی آیات پڑھ کر سناتا ہے اور اُن کو پاک کرتا ہے اور انھیں اللہ کی کتاب (قرآن) اور حکمت (سنت) کی تعلیم دیتا ہے، بلا شبہ یہ لوگ اس سے پہلے صریح گمراہی میں مبتلا تھے۔'' (آل عمران:۱۶۴)

عہدِ نبوت سے لے کر آج تک رسول اللہ ﷺ کی سیرت طیبہ پر اتنا زیادہ لکھا گیا اور لکھا جا رہا ہے کہ ان کا احاطہ کرنا بھی مشکل ہے۔

استاذِ محترم محدث العصر حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ نے بھی جہاں کئی اہم موضوعات کو دلائل و براہین سے مزین کیا وہاں سیرت النبی ﷺ کے لئے بھی گراں قدر خدمات سرانجام دیں، جن میں ''السيرة النبوية لابن هشام'' کی مکمل تحقیق و تخریج ہے۔ یہ کتاب عنقریب جدید اردو ترجمے کے ساتھ منظرِ عام پر آ رہی ہے۔ ان شاء اللہ

اور ''الأنوار للبغوي'' کا ترجمہ و تحقیق بھی قلم بند کیا جو نبی کریم ﷺ کے لیل و نہار کے نام سے عوام و خواص میں معروف و مقبول ہے۔

اسی طرح شمائل ترمذی کی تحقیق، ترجمہ اور جامع فوائد بھی مرتب کئے ہیں جو نبی کریم ﷺ کے خصائل و مناقب پر مستندترین کتابوں میں سے ہے۔علاوہ ازیں اس سلسلے میں شیخ محترم رحمہ اللہ مزید خدمات کے متمنی تھے، مثلاً: مستند و مدلل انداز میں معجزات النبی ﷺ کے بارے میں ایک مکمل کتاب لکھنے کا ارادہ رکھتے تھے، لیکن زندگی نے وفا نہ کی اور آپ اپنے رفیق اعلیٰ سے جا ملے۔إنا لله و إنا إليه راجعون.

قارئین کرام! زیرِ نظر کتاب ''سیرت رحمۃ للعالمین ﷺ کے درخشاں پہلو'' استاذ محترم رحمہ اللہ کی اُن تحریروں کا مجموعہ ہے جو آپ نے وقتاً فوقتاً مجلۃ الحدیث میں شائع کی تھیں۔اب انھیں اہم فائدہ جانتے ہوئے یکجا آپ کی خدمت میں پیش کیا جارہا ہے۔

اللہ رب العزت یہ تمام علمی و تحقیقی کاوشیں محدث العصر رحمہ اللہ کے لئے صدقہ جاریہ بنائے، ان کے درجات بلند فرمائے اور انھیں جنت الفردوس عطا کرے۔آمین

راقم الحروف دعا گو ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کتاب کو مؤلف، ناشر اور جملہ معاونین کے لئے ذریعۂ نجات بنائے۔آمین

خادم العلم والعلماء

حافظ ندیم ظہیر

تقدیم

الحمد للّٰہ ربّ العالمین والصّلوٰۃ والسّلام علیٰ رسولہ الأمین، أما بعد:

رسول اللہ ﷺ سے محبت: سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((فوالذي نفسي بیدہ لا یؤمن أحدکم حتّی أکون أحب إلیہ من والدہ وولدہ)) پس اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے! تم میں سے کوئی (شخص) اس وقت تک (کامل) مومن نہیں ہوسکتا جب تک اپنے والد (والدہ) اور اپنی اولاد سے زیادہ مجھ سے محبت نہ کرے۔ (صحیح البخاری: ۱۴)

سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا:

((لا یؤمن أحدکم حتّی أکون أحب إلیہ من والدہ وولدہ والناس أجمعین)) تم میں سے کوئی شخص اس وقت تک (کامل) مومن نہیں ہوسکتا جب تک وہ اپنے والد (والدہ) اپنی اولاد اور تمام انسانوں سے زیادہ مجھ سے محبت نہ کرے۔ (صحیح البخاری: ۱۵، وصحیح مسلم: ۴۴ [۱۶۹])

سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

”إن رجلاً سأل النبي ﷺ عن الساعۃ، فقال متی الساعۃ؟ قال: ((وماذا أعددت لھا ؟)) قال: لا شئ إلا أني أحب اللّٰہ ورسولہ ﷺ فقال: ((أنت مع من أحببت .)) قال أنس: فما فرحنا بشيء فرحنا بقول النبي ﷺ: ((أنت مع من أحببت)) قال أنس: فأنا أحب النبي ﷺ و أبا بکر وعمر و أرجو أن أکون معھم بحبي إیاھم وإن لم

أعمل بمثل أعمالهم"

ایک آدمی نے نبی ﷺ سے قیامت کے بارے میں پوچھا کہ قیامت کب آئے گی؟ آپ ﷺ نے فرمایا: تو نے اس (قیامت) کے لئے کیا تیاری کی ہے؟ اس (صحابی) نے کہا: کوئی (خاص) چیز نہیں، اِلا یہ کہ میں اللہ اور اس کے رسول ﷺ سے محبت کرتا ہوں۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا: تو جس سے محبت کرتا ہے اس کے ساتھ ہی ہوگا۔ انس رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ہمیں نبی ﷺ کے اس قول: تو جس کے ساتھ محبت کرتا ہے (قیامت کے دن) اس کے ساتھ ہی ہوگا، سے زیادہ اور کسی بات سے خوشی نہیں ہوئی، نیز انس رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں نبی ﷺ، ابوبکر اور عمر رضی اللہ عنہما سے محبت کرتا ہوں اور مجھے امید ہے کہ اس محبت کی وجہ سے میں ان کے ساتھ ہی ہوں گا، اگرچہ میں نے ان جیسے اعمال نہیں کئے۔

(صحیح البخاری: ۳۶۸۸ و صحیح مسلم: ۲۶۳۹/۱۶۳ [۶۷۱۳])

خلاصہ: رسول اللہ ﷺ سے محبت کرنا جزوِ ایمان ہے۔ اے اللہ! قرآنِ مجید، حدیث، رسول اللہ ﷺ، صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین، تابعین، تبع تابعین، محدثین، ائمۂ مسلمین، سلف صالحین رحمہم اللہ اور تمام اہلِ ایمان کی محبت سے ہمارے دلوں کو بھر دے۔ (آمین)

حافظ شیر محمد الاثری

سیرت رحمۃ للعالمین ﷺ کے چند پہلو

نام ونسب: سیدنا ابوالقاسم محمد بن عبداللہ بن عبدالمطلب (شیبہ) بن ہاشم (عمرو) بن عبدمناف (المغیرۃ) بن قصی (زید) بن کلاب بن مُرۃ بن کعب بن لوی بن غالب بن فہر بن مالک بن النضر بن کنانہ بن خزیمہ بن مدرکہ (عامر) بن الیاس بن مضر بن نزار بن معدّ بن عدنان من ولد اسماعیل بن ابراہیم خلیل اللہ علیہما الصلوٰۃ والسلام۔

آپ کی والدہ کا نام آمنہ بنت وہب بن عبدمناف بن زہرہ بن کلاب بن مرہ ہے۔

ولادت: ماہِ ربیع الاول (۵۷۱ء) بروز سوموار (جس سال ابرہہ کافر نے اپنے ہاتھی کے ساتھ مکہ پر حملہ کیا تھا اور اللہ نے اُسے اُس کی فوج سمیت تباہ کر دیا تھا۔) آپ کی ولادت ہوئی۔

آپ کے والد عبداللہ آپ کی پیدائش سے تقریباً مہینہ یا دو مہینے پہلے فوت ہوئے۔ (دیکھئے السیرۃ النبویہ للذہبی ص ۴۹) اور جب آپ سات سال کے ہوئے تو آپ کی والدہ فوت ہو گئیں پھر آپ کے دادا عبدالمطلب نے آپ کی پرورش کی اور جب آپ آٹھ سال کے ہوئے تو عبدالمطلب بھی فوت ہو گئے، ان کی وفات کے بعد آپ کے چچا ابوطالب نے آپ کو اپنی کفالت میں لے لیا۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((... دعوة أبي إبراهيم و بشارة عيسى بي و رؤيا أمي التي رأت.)) إلخ

میں اپنے ابا (دادا) ابراہیم (علیہ السلام) کی دعا اور (بھائی) عیسیٰ (علیہ السلام) کی بشارت (خوش خبری) ہوں اور اپنی ماں کا خواب ہوں جسے انھوں نے دیکھا تھا۔

(مسند احمد ۴/۱۲۷ ح ۱۷۱۵۰، وسندہ حسن لذاتہ)

حلیہ مبارک: آپ ﷺ کا چہرہ چاند جیسا (خوبصورت، سرخی مائل سفید اور پُرنور) تھا۔ آپ کا قد درمیانہ تھا اور آپ کے سر کے بال کانوں یا شانوں تک پہنچتے تھے۔

نکاح: سیدہ خدیجہ بنت خویلد بن اسد بن عبدالعزی بن قصی رضی اللہ عنہا سے آپ کی شادی

ہوئی اور جب تک خدیجہ رضی اللہ عنہا زندہ رہیں آپ نے دوسری شادی نہیں کی۔

اولاد: قاسم، طیب، طاہر (اورابرہیم) رضی اللہ عنہم

بنات: رقیہ، زینب، ام کلثوم اور فاطمہ رضی اللہ عنہن

پہلی وحی: غارِحراء میں جبریل امین علیہ السلام تشریف لائے اور سورۃ العلق کی پہلی تین آیات کی وحی آپ کے پاس لائے۔ ۶۱۰ء (اس وقت آپ کی عمر چالیس سال تھی۔)

عام الحزن: ہجرتِ مدینہ سے تین سال قبل ابوطالب اور سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا فوت ہو گئے۔

ہجرت: ۶۲۲ء میں آپ اپنے عظیم ساتھی سیدنا ابوبکر الصدیق رضی اللہ عنہ کو لے کر مکہ سے ہجرت کر کے مدینہ طیبہ تشریف لے گئے۔

مکی دور: رسول اللہ ﷺ نبوت کے بعد مکہ میں تیرہ (۱۳) سال رہے۔

مدنی دور: آپ ﷺ ہجرت کے بعد مدینہ میں دس (۱۰) سال رہے اور پھر وفات کے بعد الرفیق الاعلیٰ کے پاس تشریف لے گئے۔

غزوۂ بدر: ۲ھ کو بدر میں اسلام اور کفر کا پہلا بڑا معرکہ ہوا جس میں ابوجہل مارا گیا۔

غزوۂ احد: ۳ھ، اس غزوے میں ستر کے قریب صحابۂ کرام مثلاً سیدنا حمزہ بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ شہید ہوئے اور رسول اللہ ﷺ زخمی ہوئے۔

غزوۂ خندق: ۵ھ (احزابِ کفار نے مدینہ پر حملہ کیا اور ناکام واپس گئے)

صلح حدیبیہ: ۶ھ، اس کا ذکر قرآنِ مجید میں بھی ہے۔

غزوۂ خیبر: ۷ھ، خیبر فتح ہوا۔

فتح مکہ: ۸ھ، مکہ فتح ہوا اور رسول اللہ ﷺ نے اہلِ مکہ کو معاف کر دیا۔

اس سال غزوۂ حنین بھی ہوا تھا۔

غزوۂ تبوک: ۹ھ

حجۃ الوداع: ۱۰ھ

دعوت: قرآن، حدیث، توحید اور سنت آپ کی دعوت ہے۔ آپ نے لوگوں کو شرک و کفر

کے گھٹا ٹوپ اندھیروں سے نکال کر توحید وسنت کے نورانی راستے پر گامزن کردیا۔ آپ نے فرمایا: مسلمان مسلمان کا بھائی ہے۔ نہ اُس پر ظلم کرتا ہے اور نہ اس پر ظلم ہونے دیتا ہے۔
(صحیح بخاری:۲۴۴۲، صحیح مسلم:۲۵۸۰)

اخلاق: آپ ﷺ اخلاق کے سب سے اعلیٰ درجے پر فائز تھے، ارشادِ باری تعالیٰ ہے:
﴿ وَإِنَّكَ لَعَلىٰ خُلُقٍ عَظِيمٍ ﴾ اور آپ عظیم اخلاق پر ہیں۔ (سورۃ نون:۴)

آپ نے فرمایا: ((**أكمل المؤمنين إيماناً أحسنهم خلقاً و خياركم خياركم لنساء هم خلقاً .**)) مومنوں میں مکمل ایمان والے وہ ہیں جن کے اخلاق اچھے ہیں اور تم میں سے بہترین لوگ وہ ہیں جو اپنی عورتوں سے اچھے اخلاق کے ساتھ پیش آتے ہیں۔
(سنن الترمذی:۱۱۶۲، وقال: ھذا حدیث حسن صحیح)

معلّمِ انسانیت: ایک صحابی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: میں نے آپ ﷺ سے بہترین معلّم (استاذ) اچھے طریقے سے تعلیم دینے والا کوئی نہیں دیکھا، نہ پہلے اور نہ بعد۔ اللہ کی قسم! آپ نے مجھے نہ ڈانٹا، نہ مارا اور نہ بُرا بھلا کہا۔ (صحیح مسلم:۵۳۷)

معاملات: آپ ﷺ نے فرمایا: ((**إن خياركم أحسنكم قضاء .**)) تم میں سے بہترین لوگ وہ ہیں جو بہتر طریقے سے قرض ادا کریں۔ (صحیح بخاری:۲۳۰۵، صحیح مسلم:۱۶۰۱)

نیز فرمایا: ((**دع ما يريبك إلىٰ مالا يريبك فإن الصدق طمأنينة وإن الكذب ريبة .**)) شک والی چیز کو چھوڑ دو اور یقین والی چیز کو اختیار کرو کیونکہ یقیناً سچائی اطمینان ہے اور جھوٹ شک وشبہ ہے۔ (سنن ترمذی:۲۶۱۸ وقال: ھذا حدیث صحیح)

نبی ﷺ نے کبھی کسی کھانے میں نقص نہیں نکالا، اگر پسند فرماتے تو کھا لیتے اور اگر پسند نہ فرماتے تو چھوڑ دیتے تھے۔ (صحیح بخاری:۵۴۰۹)

وفات: ۱۱ھ بروز سوموار، ماہِ ربیع الاول میں رسول اللہ ﷺ خاتم النبیین ورحمۃ للعالمین اس دنیا سے تشریف لے گئے، اس وقت آپ کی عمر مبارک ۶۳ سال تھی۔

صلى الله عليه و آله وأصحابه وأزواجه وسلم .

نبی کریم ﷺ کی نماز جنازہ کیسے پڑھی گئی؟

سیدنا ابو عسیب یا ابو عسیم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

لوگوں نے (نبی ﷺ کی وفات کے بعد) کہا: ہم آپ کا جنازہ کیسے پڑھیں؟ کہا: (حجرے میں) گروہ در گروہ داخل ہو جاؤ، (سیدا بو عسیب یا ابو عسیم رضی اللہ عنہ نے) کہا: پس وہ لوگ اس دروازے سے داخل ہوتے (اور) آپ کی نماز جنازہ پڑھتے پھر دوسرے دروازے سے باہر نکل جاتے.... الخ

(مسند الامام احمد ج ۵ ص ۸۱ ح ۲۱۰۴۷ و إسنادہ صحیح، الموسوعۃ الحدیثیۃ ج ۳۴ ص ۳۶۵)

نبی کریم ﷺ کی نماز جنازہ پڑھنے والے صحابی کی اس گواہی سے معلوم ہوا کہ صحابہ کرام نے آپ ﷺ کے متعدد جنازے پڑھے تھے۔ یہ روایت طبقات ابن سعد (ج ۲ ص ۲۸۹) میں بھی صحیح سند کے ساتھ موجود ہے۔

بعض الناس کا یہ کہنا کہ لوگوں نے نماز جنازہ نہیں پڑھی بلکہ صرف درود پڑھا تھا اس کا کوئی حوالہ باسند صحیح مجھے نہیں ملا۔ سیدنا ابو امامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

نماز جنازہ میں سنت یہ ہے کہ تم تکبیر کہو پھر سورہ فاتحہ پڑھو پھر نبی ﷺ پر درود پڑھو، پھر خاص طور پر میت کے لئے دعا کرو، قراءت صرف پہلی تکبیر میں کرو پھر اپنے دل میں (یعنی سراً) دائیں طرف سلام پھیر دو۔

(منتقی ابن الجارود: ۵۴۰ و مصنف عبد الرزاق: ۶۴۲۸ و سندہ صحیح، الحدیث حضرو: ۳ ص ۲۶)

یہ بات ظاہر ہے کہ جس عمل کو صحابہ کرام سنت سمجھتے تھے وہ اسی پر عامل تھے لہٰذا جو شخص یہ کہتا ہے کہ صحابہ نے آپ ﷺ کا مسنون جنازہ نہیں پڑھا بلکہ صرف درود ہی پڑھا تھا وہ صحیح دلیل پیش کرے۔ ان مختلف جماعتوں کی نماز جنازہ میں امام کون کون تھے اس کا کوئی ثبوت کسی صحیح حدیث میں نہیں ہے۔ واللہ اعلم

رحمت للعالمین ﷺ کی سیرت طیبہ کے چند موتی

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ ﴾
اور ہم نے آپ کو جہانوں (دنیا والوں) کے لئے رحمت ہی بنا کر بھیجا ہے۔ (الانبیاء:۱۰۷)
آیت کریمہ کا مفہوم یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ کو سارے عالَم یعنی تمام لوگوں کے لئے رحمت بنا کر بھیجا ہے، جیسا کہ امام ابن جریر الطبری رحمہ اللہ نے اس آیت کی تشریح میں فرمایا: ''وهو أن الله أرسل نبيه محمدًا ﷺ رحمة لجميع العالمين : مؤمنهم وكافرهم، فأما مؤمنهم فإن الله هداه به وأدخله بالإيمان به وبالعمل بما جاء به من عند الله الجنة .وأما كافرهم فإنه دفع به عنه عاجل البلاء الذي كان ينزل بالأمم المكذّبة رسلها من قبله .''
اور (اس سے مراد) یہ ہے کہ بے شک اللہ نے اپنے نبی محمد ﷺ کو تمام جہانوں کے لئے رحمت بنا کر بھیجا: مومن ہو یا کافر، مومن کو تو اللہ نے آپ کے ذریعے سے ہدایت نصیب فرمائی اور اللہ کی طرف سے آپ جو لے کر آئے، اس پر ایمان اور عمل کے ذریعے سے اسے جنت میں داخل کر دیا، اور رہا کافر تو اللہ نے اسے بڑے دنیاوی عذاب سے بچا لیا جو کہ ان پہلی اُمتوں پر آتا رہا ہے، جو اپنے نبیوں کو جھٹلاتی تھیں۔

(تفسیر ابن جریر نسخہ محققہ ج ۸ ص ۱۳۱ تحت ح ۲۴۹۲۲)

رحمت للعالمین ہونا نبی آخر الزمان سیدنا رسول اللہ ﷺ کی صفت خاصہ ہے جس میں کوئی بھی آپ کا شریک نہیں اور یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے آپ پر بہت بڑا انعام ہے۔
ایک دفعہ رسول اللہ ﷺ سے عرض کیا گیا کہ آپ مشرکین کے خلاف بددعا کریں تو آپ نے فرمایا: ((إني لم أبعث لعّانًا وإنما بعثت رحمةً .))
مجھے بہت زیادہ لعنتیں کرنے والا بنا کر نہیں بھیجا گیا، اور مجھے تو صرف رحمت بنا کر بھیجا گیا

ہے۔ (صحیح مسلم:۲۵۹۹ ترقیم دارالسلام:۶۶۱۳)

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ((و إنما بعثني رحمة للعالمين))

اور اس (اللہ) نے مجھے رحمت للعالمین بنا کر ہی بھیجا ہے۔ (سنن ابی داود:۴۶۵۹ ملخصاً وسندہ حسن)

نبی کریم ﷺ کی سیرت طیبہ رحمت ومودت کے واقعات سے بھری ہوئی ہے اور اس مختصر مضمون میں ان واقعات میں سے چند ایک پیشِ خدمت ہیں:

۱) مشہور ثقہ تابعی اور مفسر قرآن امام مجاہد بن جبر رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ ہم (سیدنا) عبداللہ بن عمرو (بن العاص رضی اللہ عنہ) کے پاس آتے تو ان کے پاس بکریاں ہوتی تھیں، پھر وہ ہمیں گرم، یعنی تازہ دودھ پلاتے اور ایک دفعہ انھوں نے ہمیں ٹھنڈا دودھ پلایا تو ہم نے پوچھا: دودھ (آج) ٹھنڈا کیوں ہے؟ انھوں نے فرمایا: میں بکریوں سے دور چلا گیا تھا، کیونکہ بکریوں کے پاس کتا موجود تھا۔ انھوں نے اپنے غلام کو دیکھا کہ (ذبح شدہ) بکری کی کھال اُتار رہا ہے تو کہا: اے لڑکے! جب تو فارغ ہو جائے تو سب سے پہلے ہمارے یہودی پڑوسی کو (گوشت) بھیجنا۔ انھوں نے یہ کام تین دفعہ کیا تو لوگوں میں سے ایک آدمی جسے مجاہد پہچانتے تھے، نے کہا: اللہ آپ کو نیک رکھے، آپ کتنی دفعہ یہودی کو یاد کرتے ہیں؟ انھوں (سیدنا عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ) نے فرمایا: میں نے رسول اللہ ﷺ کو پڑوسی کے ساتھ (اچھے سلوک کا) حکم دیتے ہوئے سنا، حتیٰ کہ ہمیں خوف لاحق ہوا کہ کہیں آپ اسے وارث نہ بنا دیں۔

(شرح مشکل الآثار للطحاوی ۷/۲۲۰ ح ۲۷۹۲ وسندہ صحیح پرانا نسخہ ۴/۲۶)

ثابت ہوا کہ رسول اللہ ﷺ کے اسوۂ حسنہ میں کفار، مثلاً اہلِ ذمہ میں سے یہودیوں کے ساتھ بھی انتہائی نرمی اور بہترین سلوک کا درس ہے۔

۲) سیدنا عبداللہ بن جعفر بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ کو قضائے حاجت کے لئے پردہ کرنے کے لئے دو مقامات زیادہ پسند تھے: اونچا مقام یا کھجوروں کا جھنڈ۔ آپ ایک انصاری آدمی کے باغ میں داخل ہوئے تو دیکھا کہ ایک اونٹ

ہے، جب اونٹ نے نبی ﷺ کو دیکھا تو اپنی آواز سے رونے لگا، اس کی آنکھوں سے آنسو بہہ رہے تھے۔ نبی ﷺ اُس اونٹ کے پاس تشریف لے گئے اور اس کے سر پر ہاتھ پھیرا تو وہ خاموش ہو گیا۔ پھر آپ ﷺ نے فرمایا: اس اونٹ کا مالک کون ہے؟ یہ کس کا اونٹ ہے؟ ایک انصاری نوجوان نے آ کر کہا: یا رسول اللہ! یہ میرا اونٹ ہے۔

آپ ﷺ نے فرمایا: کیا تم اس جانور کے بارے میں اللہ سے نہیں ڈرتے جس نے تمھیں اس کا مالک بنایا ہے، اس نے میرے سامنے تمھاری شکایت کی ہے کہ تم اسے بھوکا رکھتے ہو اور (زیادہ) کام لے کر اسے تھکاتے ہو۔

(سنن ابی داود: ۲۵۴۹ وسندہ صحیح واصلہ فی صحیح مسلم: ۳۴۲)

نبی کریم ﷺ کتنے مہربان تھے کہ آپ جانوروں تک کا بھی پورا خیال رکھتے تھے۔

۳) سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ (ایک دفعہ) ایک اعرابی نے آ کر مسجد (مسجد نبوی) کے ایک حصے میں پیشاب کر دیا تو لوگوں نے اُسے ڈانٹنا شروع کر دیا نبی ﷺ نے لوگوں کو منع فرمایا اور جب وہ اعرابی اپنے پیشاب سے فارغ ہوا تو نبی ﷺ نے پانی کا ایک ڈول منگوا کر اس جگہ پر بہا دیا۔ (صحیح بخاری بعد ح ۲۲۱)

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب لوگوں نے اسے پکڑنے کی کوشش کی تو نبی ﷺ نے انھیں کہا: اسے چھوڑ دو اور اس کے پیشاب کی جگہ پانی کا ایک ڈول بہا دو، تمھیں آسانی کرنے والا بنایا گیا ہے، سختی کرنے والا نہیں بنایا گیا۔ (صحیح بخاری: ۲۲۰)

ایک روایت میں آیا ہے کہ جب وہ مسجد میں پیشاب کرنے لگا تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اُٹھ کھڑے ہوئے اور کہا: نہ کر، نہ کر، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اس کا پیشاب نہ روکو، اسے چھوڑ دو۔ صحابہ نے اسے چھوڑ دیا، حتیٰ کہ اس نے پیشاب کر لیا، پھر رسول اللہ ﷺ نے اسے بلایا اور فرمایا: یہ مسجدیں ہیں، ان میں پیشاب یا گندگی کرنا جائز نہیں، یہ تو اللہ کے ذکر، نماز اور قراءت قرآن کے لئے بنائی گئی ہیں۔ پھر آپ نے ایک آدمی کو حکم دیا تو اس جگہ پانی کا ایک ڈول بہا دیا گیا۔ (صحیح مسلم: ۲۶۱)

آپ ﷺ نے مسئلہ بھی سمجھا دیا اور لوگوں کو اس اعرابی کو تکلیف پہچانے سے بھی روک دیا۔

٤) سیدنا معاویہ بن الحکم السلمی رضی اللہ عنہ نے ایک دفعہ مسئلہ نہ معلوم ہونے کی وجہ سے حالت نماز میں باتیں کیں، جس سے دوسرے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے اس بات کا (غصے کے ساتھ) اظہار کیا کہ خاموش ہو جاؤ۔ وہ خود فرماتے ہیں کہ جب رسول اللہ ﷺ نے نماز پڑھ لی تو میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں! میں نے آپ جیسا بہترین تعلیم دینے والا استاد نہ پہلے دیکھا اور نہ بعد میں، اللہ کی قسم! آپ نے نہ تو مجھے ڈانٹا، نہ مارا اور نہ بُرا بھلا کہا، آپ نے فرمایا: اس نماز میں لوگوں کے کلام میں سے کوئی چیز بھی جائز نہیں، یہ تو تسبیح، تکبیر اور قراءت قرآن ہے۔ (صحیح مسلم: ۵۳۷، دارالسلام: ۱۱۹۹)

سبحان اللہ! نبی کریم ﷺ کتنے مہربان، صابر، مدبّر، معلّم اعظم اور رحمت للعالمین تھے کہ آپ کی رحمت انسانوں، جانوروں حتیٰ کہ درختوں کو بھی محیط ہے۔

آپ کی جدائی میں کھجور کا تنا (جس کے ساتھ سہارا لے کر آپ ﷺ جمعہ کے دن خطبہ دیتے تھے) رونے لگا اور اس وقت تک خاموش نہ ہوا جب تک آپ نے اسے سینے سے نہیں لگا لیا۔ (دیکھئے صحیح بخاری: ۳۵۸۳۔۳۵۸۵)

نبی کریم ﷺ کی ذات بابرکات کا تذکرہ صحیح روایات کی روشنی میں

نبی کریم ﷺ کی ذات بابرکات اور حسن و جمال کا پیارا تذکرہ اور جھلک صحیح روایات کی روشنی میں پیشِ خدمت ہے:

۱) سیدنا براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ (تمام) لوگوں میں سب سے خوبصورت چہرے اور سب سے اچھے اخلاق والے تھے، آپ نہ تو بہت زیادہ لمبے تھے اور نہ پست قد تھے۔ (صحیح بخاری:۳۵۴۹، صحیح مسلم:۲۳۳۷[۲۰۶۶])

آپ درمیانے قد اور چوڑے کندھوں والے تھے، آپ کے بال کانوں کی لو تک لمبے تھے اور میں نے آپ سے زیادہ خوبصورت کوئی نہیں دیکھا۔

(صحیح بخاری:۳۵۵۱ ملخصاً، صحیح مسلم:۲۳۳۷[۲۰۶۴])

ایک روایت میں ہے کہ آپ کے (سر مبارک کے) بال کندھوں تک تھے۔

(صحیح مسلم:۲۰۶۵)

آپ کا چہرہ مبارک چاند جیسا (خوبصورت) تھا۔ (صحیح بخاری:۳۵۵۲)

۲) بنو مالک بن کنانہ کے ایک صحابی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو دو سرخ چادریں پہنے ہوئے دیکھا۔ آپ درمیانے قد کے (اور) پُرگوشت تھے، آپ کا چہرہ خوبصورت تھا، آپ کے بال پورے (اور) بہت زیادہ کالے تھے، آپ بہت زیادہ سفید تھے۔ (مسند احمد ۴/۶۳ ح ۱۶۶۰۳، ۵/۳۷۶ ح ۲۳۱۹۲ وسندہ صحیح)

۳) کعب بن مالک الانصاری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب میں نے رسول اللہ ﷺ کو سلام کہا تو آپ کا چہرہ خوشی سے چمک رہا تھا۔ جب رسول اللہ ﷺ خوش ہوتے تو آپ کا چہرہ مبارک ایسے چمکتا گویا چاند کا ٹکڑا ہے اور ہم اس بات کا مشاہدہ کرتے تھے۔

(صحیح بخاری:۳۵۵۶)

٤) سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ ان کے پاس خوشی کی حالت میں تشریف لائے، آپ کے رخسار چمک رہے تھے۔ (صحیح بخاری:۳۵۵۵)

٥) سیدنا جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے سر مبارک اور داڑھی کے کچھ بال سفید ہوئے تھے۔ آپ جب تیل لگاتے، تو یہ نظر نہ آتے اور جب سر کے بال کھلے ہوتے تو یہ نظر آتے تھے۔ آپ کے سر کے بال بہت زیادہ تھے، آپ کا چہرہ مبارک سورج و چاند جیسا اور گول تھا۔ میں نے آپ کے کندھے پر کبوتری کے انڈے جیسی مہر نبوت دیکھی تھی جو کہ آپ کے جسم مبارک کے مشابہ تھی۔ (صحیح مسلم:۲۳۴۴[۶۰۸۴])

ایک روایت میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ کشادہ دھن، سیاہ آنکھوں والے جن کی سفیدی میں لمبے سُرخ ڈورے ہوں اور تھوڑے گوشت کی ایڑیوں والے تھے۔

(صحیح مسلم:۲۳۳۹، سنن الترمذی:۳۶۴۷ وقال: حسن صحیح)

"و کان کثیر شعر اللحیۃ" یعنی آپ کی داڑھی مبارک کے بال بہت زیادہ تھے۔

(صحیح مسلم:۲۳۴۴[۶۰۸۴])

٦) سیدنا ابوالطفیل عامر بن واثلہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ گورے چٹے رنگ، جاذب وخوشنما چہرے اور درمیانے قد والے تھے۔ (صحیح مسلم:۲۳۴۰[۶۰۷۱۔۶۰۷۲])

٧) سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ درمیانے قد کے تھے، آپ نہ تو لمبے تھے اور نہ پست قامت تھے۔ آپ کا رنگ نہ تو چونے کی طرح نرا سفید تھا اور نہ گندمی سانولا بلکہ گورا سفید چمک دار تھا۔ آپ کے (سر کے) بال نہ تو گھونگریالے تھے اور نہ سیدھے تنے ہوئے تھے یعنی سیدھے بال ہلکا سا خم لئے ہوئے تھے۔

جب آپ فوت ہوئے تو آپ کے سر مبارک اور داڑھی میں بیس بال بھی سفید نہیں تھے۔

(صحیح بخاری:۳۵۴۷ ملخصاً، صحیح مسلم:۲۳۴۷[۶۰۶۸])

ایک روایت میں ہے کہ آپ ﷺ کا ہاتھ ریشم سے نرم اور بے حد خوشبودار تھا۔

(صحیح بخاری:۳۵۶۱، صحیح مسلم:۲۳۳۰)

ایک روایت میں آیا ہے کہ آپ ﷺ کا رنگ گلاب کے پھول جیسا سرخ وسفید تھا۔
(صحیح بخاری: ۳۵۴۷، صحیح مسلم: ۲۳۴۷)

ایک روایت میں ہے کہ آپ (ﷺ) کا جسم بہت خوبصورت تھا اور آپ کے بال نہ گھنگرالے تھے اور نہ بہت سیدھے اکڑے ہوئے تھے۔ آپ کا رنگ سرخ وسفید گندمی (یعنی سنہری) تھا۔ جب آپ چلتے تو کھلے کھلے قدموں سے آگے کی طرف جھکے ہوئے تیز چلتے تھے۔ (سنن الترمذی: ۱۷۵۴، وقال: ''حسن صحیح غریب'' شمائل ترمذی: ۲ وسندہ صحیح)

۸) سیدنا ابو جحیفہ وھب بن عبداللہ الخیر السوائی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: نبی ﷺ کا رنگ سفید تھا (سر کے) کچھ بال سفید ہو گئے تھے، حسن بن علی رضی اللہ عنہما آپ کے مشابہ تھے۔
(صحیح البخاری: ۳۵۴۴، صحیح مسلم: ۲۳۴۳ ملخصاً)

ایک روایت میں ہے کہ آپ کے نچلے ہونٹ کے نیچے اور ٹھوڑی کے درمیان کچھ بال سفید ہوئے تھے۔ (صحیح بخاری: ۳۵۴۵، صحیح مسلم: ۲۳۴۲)

سیدنا ابو جحیفہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں نے رسول اللہ ﷺ کا ہاتھ لے کر اپنے چہرے پر رکھا، یہ برف سے ٹھنڈا اور مشکِ کستوری سے زیادہ خوشبودار تھا۔ (صحیح بخاری: ۳۵۵۳)

ایک روایت میں ہے کہ گویا میں آپ کی پنڈلیوں کی چمک دیکھ رہا ہوں۔ (صحیح بخاری: ۳۵۶۶)

۹) سیدنا عبداللہ بن بسر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ کے ہونٹ اور ٹھوڑی کے درمیان کچھ بال سفید تھے۔ (صحیح بخاری: ۳۵۴۶)

۱۰) سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے بعد میں سر کے درمیان مانگ نکالی تھی۔ (صحیح بخاری: ۳۵۵۸، صحیح مسلم: ۲۳۳۶ ملخصاً)

ایک روایت کا خلاصہ یہ ہے کہ آپ کا جسم مبارک سفید گندمی، سرگیں آنکھیں، خوبصورت (موتیوں جیسے) دانت، خوبصورت گول (کتابی) چہرہ تھا، آپ کی داڑھی اس اور اس کے درمیان (یعنی گھنی) تھی اس سے آپ کے سینے کا بالائی حصہ بھرا ہوا تھا۔
(شمائل ترمذی تحقیقی: ۴۱۲ وسندہ حسن)

۱۱) عبداللہ بن مالک یعنی ابن بحینہ الاسدی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ جب سجدہ کرتے تو دونوں ہاتھوں کے درمیان فاصلہ کرتے، حتیٰ کہ ہم آپ کی بغلوں کی سفیدی دیکھ لیتے تھے۔ (صحیح بخاری: ۳۵۶۴)

بغلوں کی سفیدی والی حدیث سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے بھی ثابت ہے۔

(دیکھئے صحیح بخاری: ۳۵۶۵)

۱۲) سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نہ تو بہت لمبے تھے اور نہ چھوٹے قد والے تھے۔ آپ کی ہتھیلیاں اور پاؤں کے تلوے پُر گوشت اور مضبوط تھے۔ آپ کا سر مبارک بڑا مضبوط اور ہڈیوں کے جوڑ چوڑے تھے، سینے اور ناف کے درمیان بالوں کی لمبی باریک لکیر تھی، جب آپ چلتے تو آگے کی طرف جھکے ہوئے چلتے گویا کہ آپ ڈھلان سے نیچے اُتر رہے ہیں۔ میں نے آپ سے پہلے اور آپ کے بعد آپ جیسا کوئی نہیں دیکھا۔ (سنن الترمذی: ۳۶۳۷ وقال: ''ھذا حدیث حسن صحیح'' وسندہ حسن، شمائل ترمذی بتحقیقی: ۵۔۶)

۱۳) سیدنا جابر بن عبداللہ الانصاری رضی اللہ عنہ سے ایک مرفوع روایت کا خلاصہ یہ ہے کہ آپ سیدنا ابراہیم علیہ السلام سے مشابہ تھے۔ (صحیح مسلم: ۱۶۷ [۴۲۳] شمائل ترمذی: ۱۳)

۱۴) سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے خوبصورت کوئی نہیں دیکھا، گویا کہ آپ کے چہرے پر سورج کی روشنی چمک دمک رہی ہے اور میں نے آپ سے زیادہ تیز چلنے والا کوئی نہیں دیکھا، گویا کہ زمین آپ کے لئے لپٹی جارہی ہوتی تھی۔ ہم (سفر میں) تھک جاتے اور آپ (تھکاوٹ سے) بے نیازی کے ساتھ سفر جاری رکھتے تھے۔ (صحیح ابن حبان: ۶/ ۲۷۶ [۶۳۰۹] وسندہ صحیح)

۱۵) عبید بن جریج رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ میں نے (سیدنا) عبداللہ بن عمر (رضی اللہ عنہ) سے کہا: میں دیکھتا ہوں کہ آپ مونچھیں کاٹ کر (بالکل) صاف کر دیتے ہیں؟ تو انھوں نے فرمایا: '' رأیت النبي ﷺ یحفي شاربه ''

میں نے نبی ﷺ کو دیکھا ہے، آپ مونچھیں کاٹ (کر صاف کر) دیتے تھے۔

(طبقات ابن سعد ۱/ ۴۴۹ وسندہ صحیح)

سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہ کے ہونٹوں سے اوپر، مونچھیں کاٹنے کے بعد جلد کی سفیدی نظر آتی تھی۔ (صحیح بخاری تعلیقاً قبل ح ۵۸۸۸، ولہ شاہد حسن فی تغلیق التعلیق ۵/ ۷۲)

۱۶) محرش الکعبی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے رات کو عمرہ کیا، پھر میں نے آپ کی پشت کی طرف دیکھا، گویا کہ چاندنی کا ڈھلا ہوا ٹکڑا ہے۔

(مسند الحمیدی: ۸۶۵ وسندہ حسن، نسخہ دیوبندیہ: ۸۶۳)

۱۷) سائب بن یزید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میری خالہ مجھے رسول اللہ ﷺ کے پاس لے گئیں اور کہا: اے اللہ کے رسول! میری بہن (علیہ بنت شریح) کا بیٹا بیمار ہے، تو آپ ﷺ نے میرے سر پر ہاتھ پھیرا اور برکت کی دعا فرمائی، آپ نے وضو کیا تو میں نے آپ کے وضو سے بچا ہوا پانی پی لیا اور آپ کی پیٹھ کی طرف کھڑا ہو گیا، پھر میں نے دیکھا کہ آپ کے دونوں کندھوں کے درمیان فاختہ کے انڈے جتنی (ختمِ نبوت کی) مہر ہے۔

(صحیح بخاری: ۶۳۵۲ صحیح مسلم: ۲۳۴۵ سنن ترمذی: ۳۶۴۳، وسندہ صحیح)

۱۸) اُم سلمہ رضی اللہ عنہا کے پاس ایک پیالہ تھا، جس میں نبی ﷺ کے بالوں میں سے کچھ بال تھے اور ان کا رنگ سرخ تھا، جب کسی آدمی کو نظر لگ جاتی یا کوئی بیماری ہوتی تو وہ اپنا پانی کا برتن اُم سلمہ رضی اللہ عنہا کے پاس بھیج دیتا (تو وہ اس میں نبی ﷺ کے بال ڈبو دیتی تھیں) یہ بال عثمان بن عبداللہ بن موہب تابعی رحمہ اللہ نے دیکھے تھے۔ (دیکھئے صحیح بخاری: ۵۸۹۶)

۱۹) سیدنا سلمان الفارسی رضی اللہ عنہ کی حدیث (دیکھئے عنوان: مہرِ نبوت)

۲۰) سیدنا عبداللہ بن سرجس رضی اللہ عنہ کی حدیث (دیکھئے عنوان: مہرِ نبوت)

سابقہ روایات کو مدِ نظر رکھتے ہوئے آپ ﷺ کے حلیہ مبارک کا خلاصہ مختلف عنوانات کی صورت میں درج ذیل ہے:

چہرہ مبارک:

آپ کا چہرہ مبارک خوبصورت، سورج اور چودھویں کے چاند جیسا، قدرے گول اور

گلاب کے پھول کی طرح سرخ وسفید چمکدار تھا۔

تفصیل کے لئے دیکھئے فقرات: ۱، ۲، ۳، ۴، ۵، ۶، ۷، ۸

سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ ابو طالب کا ایک شعر پڑھا کرتے تھے:

اور وہ سفید (چہرے والا) جس کے چہرے کے ذریعے سے بارش کی دعا مانگی جاتی ہے، وہ یتیموں کا سہارا، بیواؤں (اور مسکینوں) کے سرپرست ہیں۔ (صحیح بخاری: ۱۰۰۸)

اس حدیث کو امام بخاری رحمہ اللہ کتاب الاستسقاء میں لائے ہیں، یعنی لوگ نبی کریم ﷺ سے درخواست کرتے تھے کہ آپ اللہ سے بارش کے لئے دعا فرمائیں۔

خوبصورت و پرکشش آنکھیں:

آپ کی آنکھیں سیاہ تھیں جن کی سفیدی میں لمبے ڈورے تھے۔ (دیکھئے فقرہ: ۵)

آپ کی آنکھیں سرمگیں تھیں۔ (دیکھئے فقرہ: ۱۰)

دندان مبارک:

آپ کے دندان مبارک خوبصورت (موتیوں جیسے) تھے۔ (دیکھئے فقرہ: ۱۰)

رخسار مبارک:

آپ کے رخسار مبارک گورے سرخ وسفید اور (انتہائی) چمکدار تھے۔ (دیکھئے فقرہ: ۴، ۷)

سر مبارک:

آپ کا سر مبارک بڑا (اعتدال وتناسب کے ساتھ) مضبوط تھا۔ (دیکھئے فقرہ: ۱۲)

چوڑے (مضبوط) کندھے:

آپ کے کندھے چوڑے تھے۔ (دیکھئے فقرہ: ۱)

مضبوط خوبصورت پنڈلیاں:

آپ کی پنڈلیاں چمکدار تھیں۔ (فقرہ: ۸)

خوبصورت ایڑیاں:

آپ کی ایڑیوں پر تھوڑا گوشت تھا۔ (دیکھئے فقرہ: ۵)

یعنی بے حد خوبصورت ایڑیاں تھیں۔

ہتھیلیاں اور پاؤں کے تلوے:

آپ کی ہتھیلیاں اور پاؤں کے تلوے پُر گوشت اور مضبوط تھے۔ (فقرہ:۱۲)

آپ کا ہاتھ ریشم سے زیادہ نرم اور بے حد خوبصوت تھا۔ (فقرہ:۷)

آپ کی ہتھیلیاں چوڑی، ہاتھ اور قدم (تناسب کے ساتھ) بڑے تھے۔ (صحیح بخاری:۵۹۰۷)

جب آپ کسی چھوٹے بچے کے چہرے پر ہاتھ رکھتے تو وہ ٹھنڈک اور خوشبو محسوس کرتا تھا۔ (دیکھئے صحیح مسلم:۲۳۲۹، نیز دیکھئے فقرہ:۸)

کالے سیاہ بال:

آپ کے بال کندھوں تک تھے۔ (فقرہ:۱)

آپ کے بال کانوں کی لو تک تھے۔ (فقرہ:۱)

یہ روایات مختلف حالتوں پر محمول ہیں اور آپ نے حجۃ الوداع کے موقع پر سر کے بال منڈوائے بھی تھے۔

آپ کے بال نہ گھونگریالے تھے اور نہ سیدھے تنے ہوئے تھے بلکہ ہلکا سا خم لئے ہوئے تھے۔ (فقرہ:۷)

آپ سر کے درمیان میں مانگ بھی نکالتے تھے۔ (دیکھئے فقرہ:۱۰)

گھنی داڑھی:

آپ کی داڑھی مبارک سے آپ کے سینے کا بالائی حصہ بھرا ہوا تھا۔

(دیکھئے فقرہ:۱۰)

اور آپ کی داڑھی کے بال بہت زیادہ تھے یعنی آپ کی داڑھی مبارک گھنی تھی۔

(دیکھئے فقرہ:۵، نیز دیکھئے فقرہ:۸)

تراشیدہ مونچھیں:

آپ مونچھیں کاٹ کر انتہائی پست کر دیتے تھے۔ (دیکھئے فقرہ:۱۵)

رسول اللہ ﷺ نے مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ کی لمبی مونچھوں کو اُن کے نیچے مسواک رکھ کر کاٹنے کا حکم دیا تھا۔ (دیکھئے سنن ابی داود: ۱۸۸، وسندہ صحیح، شمائل ترمذی بتحقیقی: ۱۶۵)

اس سے معلوم ہوا کہ مونچھیں انتہائی پست نہ کرنا بھی جائز ہے، نیز سیدنا عمر رضی اللہ عنہ سے ثابت ہے کہ وہ اپنی مونچھوں کو (بعض اوقات) تاؤ بھی دیتے تھے۔

(دیکھئے شمائل ترمذی بتحقیقی ص ۱۹۵۔۱۹۶ تحت ح ۱۶۵)

سرخ خضاب یعنی مہندی والے بال:

آپ کے چند بال (بیس سے بھی کم) سفید ہوئے تھے اور آپ (کبھی کبھار) انھیں وَسمہ ملی ہوئی مہندی لگاتے تھے جس سے ان بالوں کا رنگ سرخ ہو گیا تھا۔

(دیکھئے صحیح بخاری: ۵۸۹۶۔۵۸۹۸، اور فقرہ سابقہ: ۷)

آپ نے (بعض اوقات) ورس اور زعفران والی یعنی زرد مہندی بھی لگائی ہے۔

(دیکھئے سنن ابی داود: ۴۲۱۰ وسندہ حسن)

کستوری سے زیادہ خوشبودار پسینہ:

آپ کا پسینہ بے حد خوشبودار تھا۔ (دیکھئے صحیح بخاری: ۳۵۶۱)

آپ کا پسینہ کستوری سے زیادہ خوشبودار تھا اور موتیوں جیسا یعنی بہت خوبصورت تھا۔

(دیکھئے صحیح مسلم: ۲۳۳۰ [۶۰۵۳۔۶۰۵۴])

ام سلیم رضی اللہ عنہا (آپ کی رضاعی خالہ) نے آپ کا پسینہ (چارپائی پر چمڑے کی چادر سے اتار کر) ایک شیشی میں اکٹھا کیا تھا اور وہ اسے تمام خوشبوؤں سے زیادہ خوشبودار سمجھتی تھیں۔

(دیکھئے صحیح بخاری: ۶۲۸۱، صحیح مسلم: ۲۳۳۱ [۶۰۵۵])

نبی کریم ﷺ کا پیشاب بھی بدبودار نہیں تھا، جیسا کہ اُمیمہ بنت رُقیقہ التیمیہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ نبی ﷺ (رات کو) ایک برتن میں پیشاب کرتے تھے جو آپ کی چارپائی کے نیچے ہوتا تھا، ایک دفعہ اُم حبیبہ (رضی اللہ عنہا) کی خادمہ برہ (حبشیہ رضی اللہ عنہا) نے اسے (پانی سمجھ کر) پی لیا تھا۔ (دیکھئے الاستیعاب لابن عبدالبر المطبوع علی الاصابہ ۴/۲۵۱)

اس روایت کی سند حکیمہ بنت اُمیمہ تک بالکل صحیح ہے اور حکیمہ کو درج ذیل محدثین نے تصحیحِ حدیث وغیرہ کے ذریعے سے ثقہ وصدوق قرار دیا ہے:

۱: ابن حبان (الاحسان:۱۴۲۳، موارد الظمآن:۱۴۱)
نیز دیکھئے کتاب الثقات (۴/۱۹۵)

۲: حاکم (المستدرک ۱/ ۱۶۷ ح ۵۹۳)

۳: ذہبی (تلخیص المستدرک)

۴: نووی (حسن حدیثہا فی خلاصۃ الاحکام ۱/ ۱۴۶۔۱۴۷ ح ۲۰۶)

اس توثیق کے بعد حکیمہ مذکورہ کو مجہولہ ولاتعرف کہنا غلط ہے۔

درمیانہ جسم اطہر:

آپ کا جسم مبارک درمیانہ تھا۔ (دیکھئے فقرہ:۱، ۷)

آپ کا جسم بہت خوبصورت تھا۔

(سنن الترمذی:۱۷۵۴، وقال: ''حسن صحیح غریب من حدیث حمید'' شمائل ترمذی:۲ وسندہ صحیح)

ایک صحابی نے آپ کو عمرہ کرنے کی حالت میں رات کو دیکھا، آپ کی پشت مبارک اس طرح تھی گویا کہ چاندی کا ڈھلا ہوا ٹکڑا ہے۔ (دیکھئے فقرہ:۱۶)

آپ کا قد درمیانہ تھا۔ (مثلاً دیکھئے فقرہ:۱، ۷)

خوبصورت بغلیں:

سجدے کی حالت میں (بعض اوقات) آپ کی بغلوں کی سفیدی نظر آ جاتی۔ (دیکھئے فقرہ:۱۱)

دعائے استسقاء میں آپ جب دونوں ہاتھ بلند کرتے تو آپ کی بغلوں کی سفیدی نظر آتی تھی۔ (صحیح بخاری:۳۵۶۵، صحیح مسلم:۸۹۵۔۸۹۶)

جسم مبارک کی خوشبو کے لئے دیکھئے صحیح بخاری (۳۵۶۱)

رفتار:

جب آپ چلتے تو کھلے قدموں سے آگے کی طرف جھکے ہوئے تیز چلتے تھے۔ (دیکھئے فقرہ:۷)

آپ مضبوطی سے قدم اٹھاتے اور رکھتے تھے۔ (صحیح مسلم:۲۳۳۰[۶۰۵۴])
نیز دیکھئے سنن ابی داود (۴۸۶۳ وسندہ صحیح وصححہ الحاکم علی شرط الشیخین ۴/ ۲۸۰۔۲۸۰ ووافقہ الذہبی)

مہر نبوت:

آپ کے دونوں کندھوں کے درمیان فاختہ کے انڈے جتنی مہر یعنی ختمِ نبوت کی مہر تھی۔ (دیکھئے فقرہ:۱۷)

اس پر چند بال بھی تھے۔

(دیکھئے شمائل ترمذی بتحقیقی:۲۰ عن ابی زید عمرو بن اخطب الانصاری رضی اللہ عنہ وسندہ صحیح، وصحیح ابن حبان:۲۰۹۶)

سیدنا سلمان الفارسی رضی اللہ عنہ نے آپ کی مہرِ نبوت کو خاص طور پر دیکھا تھا اور اسے چومتے بھی تھے اور روتے بھی تھے۔ (مسند احمد ۵/ ۴۴۳ وسندہ حسن)

یہ ختم نبوت آپ کے جسم مبارک کے مشابہ تھی۔ (دیکھئے فقرہ:۵)

سیدنا ابو سعید الخدری رضی اللہ عنہ نے مہر نبوت کے بارے میں فرمایا:

آپ کی پشت پر ابھرے ہوئے گوشت کا ایک ٹکڑا تھا۔ (شمائل ترمذی بتحقیقی:۲۲ وسندہ حسن)

سیدنا عبداللہ بن سرجس رضی اللہ عنہ نے مہر نبوت دیکھی جو کہ بند مٹھی جتنی تھی اور اس پر مَسوں کی طرح تل تھے۔

(صحیح مسلم:۲۳۴۶[۶۰۸۸]، شمائل ترمذی:۲۳)

مہر نبوت کا یہ مطلب ہے کہ آپ آخری نبی و رسول ہیں اور آپ کے بعد قیامت تک کوئی نبی یا رسول پیدا نہیں ہوگا۔

وفات مبارک:

جب رسول اللہ ﷺ نے وفات پائی تو سیدنا ابو بکر الصدیق رضی اللہ عنہ نے حجرۂ مبارک میں داخل ہو کر آپ کے جسم مبارک کو ہاتھ لگایا اور آپ کے چہرہ مبارک سے کپڑا ہٹا کر آپ پر جھک گئے اور آپ کو چوم رہے تھے، رو رہے تھے پھر انھوں نے فرمایا: میرے ماں

باپ آپ پر قربان ہو جائیں، اللہ کی قسم! اللہ تعالیٰ آپ پر دو موتیں کبھی جمع نہیں کرے گا، جو موت آپ کے مقدر میں لکھی ہوئی تھی وہ تو آ گئی ہے اور آپ فوت ہو گئے ہیں۔

(صحیح بخاری: ۴۴۵۲۔۴۴۵۳)

سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ نے نبی ﷺ کی وفات کے بعد آپ کا بوسہ لیا تھا۔

(صحیح بخاری: ۴۴۵۵۔۴۴۵۷)

اختتام:

اس مضمون میں صرف صحیح یا حسن لذاتہ احادیث سے استدلال کیا گیا ہے اور اصل مصادر حدیث کی طرف رجوع کے ساتھ ابراہیم بن عبداللہ الحازمی کی کتاب "الرسول كأنك تراه" کی ترتیب کو عام طور پر مدنظر رکھا گیا ہے۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ ہمیں نبی کریم سیدنا و محبوبنا محمد رسول اللہ ﷺ کی محبت پر زندہ رکھے اور اسی پر ہمارا خاتمہ ہو۔ آمین

معلّمِ انسانیت

نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

((إنّ اللّٰه تعالٰی لم یبعثني معنّتاً ولا متعنتاً و لکن بعثني معلّمًا میسّرًا.))

اللہ تعالیٰ نے یقیناً مجھے تکلیف دینے والا اور سختی کرنے والا بنا کرنہیں بھیجا بلکہ مجھے آسانی کرنے والا (بہترین) معلّم (استاد) بنا کر بھیجا ہے۔

(صحیح مسلم: ۱۴۷۸[۳۶۹۰])

سیدنا معاویہ بن الحکم السلمی رضی اللہ عنہ نے ایک دفعہ نماز پڑھنے کے دوران میں (لاعلمی کی وجہ سے) دنیاوی باتیں کردی تھیں، پھر کیا ہوا؟ وہ اپنی زبانِ مبارک سے بیان فرماتے ہیں:

فبأبي هو و أمي مارأيت معلّمًا قبله ولا بعده أحسن تعليمًا منه ، فواللّٰه اما کهرني ولا ضربني ولا شتمني، قال: ((إن هٰذه الصلوٰة لا يصلح فيها شيئ من کلام الناس ، إنما هو التسبيح والتکبير وقراء ة القرآن))

میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں، میں نے آپ جیسا بہترین تعلیم دینے والا معلم نہ پہلے دیکھا اور نہ بعد میں۔ اللہ کی قسم! آپ نے نہ مجھے ڈانٹا نہ جھڑکا اور نہ بُرا بھلا کہا (بلکہ) آپ نے فرمایا: یہ نماز ہے اس میں انسانی کلام میں سے کوئی چیز جائز نہیں ہے، یہ تو تسبیح، تکبیر اور قراءتِ قرآن ہے۔ (صحیح مسلم: ۵۳۷[۱۱۹۹])

ایک دفعہ ایک اعرابی (دیہاتی، بدو) نے مسجد میں پیشاب کر دیا۔ لوگ اسے مارنا پیٹنا چاہتے تھے لیکن رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ((دعوه و هريقوا علٰى بوله سجلاً من ماء، أو ذنوبًا من ماء ، فإنما بعثتم ميسّرين ولم تبعثوا معسّرين .)) اسے چھوڑ دو اور اس کے پیشاب پر پانی کا ایک ڈول بہا دو۔ تمھیں آسانی کرنے والا بنایا گیا ہے نہ کہ تنگی پیدا کرنے والا۔ (صحیح بخاری: ۲۲۰، نیز دیکھئے صحیح مسلم: ۲۸۴)

سیدنا عمر بن ابی سلمہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں رسول اللہ ﷺ کی گود میں (زیرِ تربیت) چھوٹا بچہ تھا اور (کھانے کے دوران میں) میرا ہاتھ برتن میں دائیں بائیں گھومتا تھا (یعنی میں چاروں طرف سے ہاتھ ڈال کر کھاتا تھا) تو رسول اللہ ﷺ نے مجھے فرمایا:

((یا غلام ! سمّ الله و کل بیمینك و کل مما یلیك))

اے بچے! اللہ کا نام لے (یعنی بسم اللہ پڑھ کر) اور دائیں ہاتھ کے ساتھ کھا اور اپنے سامنے قریب سے کھا۔ عمر بن ابی سلمہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ پھر میں اسی طرح کھانا کھاتا تھا۔ (صحیح بخاری:۵۳۷۶، صحیح مسلم:۲۰۲۲)

ارشادِ باری تعالیٰ ہے: ﴿لَقَدْ مَنَّ اللّٰهُ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ اِذْ بَعَثَ فِيْهِمْ رَسُوْلًا مِّنْ اَنْفُسِهِمْ يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِهٖ وَيُزَكِّيْهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ﴾

یقیناً اللہ تعالیٰ نے مومنوں پر (بڑا) احسان فرمایا کہ ان کی طرف انھی میں سے رسول بھیجا جو ان کے سامنے اس کی آیتیں پڑھتا ہے اور تزکیہ کرتا ہے اور کتاب وحکمت (سنت) کی تعلیم دیتا ہے۔ (آل عمران:۱۶۴)

اس کے پسِ منظر میں وہ دعا ہے جو سیدنا ابراہیم علیہ السلام نے اپنے رب سے مانگی تھی:

﴿رَبَّنَا وَابْعَثْ فِيْهِمْ رَسُوْلًا مِّنْهُمْ يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِكَ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَيُزَكِّيْهِمْ﴾

اے ہمارے رب! اور ان میں انھی میں سے رسول بھیجنا جو ان کے سامنے تیری آیتیں پڑھے گا اور انھیں کتاب وحکمت سکھائے گا اور ان کا تزکیہ کرے گا۔ (البقرہ:۱۲۹)

یہ دعا مِن وعَن پوری ہوئی جیسا کہ ارشادِ نبوی ہے: ((.. دعوة أبي إبراهيم و بشارة عيسى بي و رؤيا أمي التي رأت.)) إلخ میں اپنے ابا (دادا) ابراہیم (علیہ السلام) کی دعا اور (بھائی) عیسیٰ (علیہ السلام) کی بشارت (خوش خبری) ہوں اور اپنی ماں کا خواب ہوں جسے انھوں نے دیکھا تھا۔ (مسند احمد ۴/۱۲۷ ح ۱۷۱۵۰، وسندہ حسن لذاتہ)

عیسائیوں کی محرف انجیل میں لکھا ہوا ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا: ''لیکن جب وہ یعنی روح

حق آئیگا تو تمکو تمام سچائی کی راہ دکھائیگا۔ اِسلئے کہ وہ اپنی طرف سے نہ کہیگا لیکن جو کچھ سنیگا وہی کہیگا اور تمہیں آیندہ کی خبریں دے گا۔'' (یوحنا کی انجیل ص ۱۰۱، ب ۱۵، فقرہ ۱۳)

پاک ہے وہ ذات جس نے ختمِ نبوت کا تاج پہنا کر معلّمِ انسانیت بھیجا، ایسا معلّم جن کی پوری زندگی کا ہر ہر لمحہ انسانیت کے لئے مشعلِ راہ ہے۔ صلّی اللہ علیہ و آلہ وسلّم

رسول اللہ ﷺ خاتم النبیین ہیں

(ختمِ نبوت پر چالیس دلائل)

الحمد للّٰه ربّ العالمين والصّلٰوة والسّلام علٰى محمد بن عبد اللّٰه بن عبدالمطلب :رسول اللّٰه الأمين و خاتم النبيين أي آخر النبيين و رضي اللّٰه عن آله و أصحابه و أزواجه و ذريته أجمعين و رحمة اللّٰه على التابعين و أتباع التابعين و أتباع أتباع التابعين و هم السلف الصالحين من خير القرون و من تبعهم باحسان إلٰى يوم الدين ، أما بعد:

قرآن مجید، احادیث صحیحہ اور اجماعِ اُمت سے ثابت ہے کہ سیدنا محمد بن عبداللہ بن عبدالمطلب: رسول اللہ ﷺ آخری نبی اور آخری رسول ہیں، آپ کے بعد قیامت تک نہ کوئی رسول پیدا ہوگا اور نہ کوئی نبی پیدا ہوگا۔

اس متفقہ اور ضروریاتِ دین میں سے اہم ترین عقیدے پر بے شمار دلائل میں سے چالیس (۴۰) دلائل درج ذیل ہیں:

۱) اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿مَا كَانَ مُحَمَّدٌ اَبَآ اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِكُمْ وَلٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَ خَاتَمَ النَّبِيّٖنَ﴾ محمد (ﷺ) تمھارے مردوں میں سے کسی کے باپ نہیں، لیکن آپ رسول اللہ اور خاتم النبیین ہیں۔ (الاحزاب:۴۰)

اس آیتِ کریمہ کی تشریح میں مشہور مفسرِ قرآن امام ابوجعفر محمد بن جریر بن یزید الطبری رحمہ اللہ (متوفی ۳۱۰ھ) نے لکھا ہے:

"**بمعنى أنه آخر النبيين**" اس کا معنی یہ کہ آپ آخری نبی ہیں۔

(تفسیر طبری، مطبوعہ دارالحدیث القاہرہ مصر ۹/۲۴۴)

اس آیت کی یہ تشریح وتفسیر درج ذیل ائمہ اسلام سے بھی ثابت ہے:

۱: الامام الثقہ وامیر المومنین فی النحو ابوزکریا یحیٰی بن زیاد بن عبداللہ بن منظور الدیلمی الاسدی الکوفی النحوی الفراء، صاحب الکسائی (متوفی ۲۰۷ھ)

☆ معانی القرآن للفراء (۳۴۴/۲ مکتبہ شاملہ)

۲: امام ونحویٔ زمانہ ابواسحاق ابراہیم بن محمد بن السری بن سہل الزجاج البغدادی (متوفی ۳۱۱ھ)

☆ معانی القرآن واعرابہ للزجاج (۲۳۰/۴ شاملہ)

۳: الامام المفسر ابوبکر محمد بن عزیر (أو عزیز) السجستانی العزیری (متوفی ۳۳۰ھ)

☆ غریب القرآن للسجستانی (۲۱۱/۱ شاملہ)

۴: العلامہ وامام العربیہ ابوجعفر احمد بن محمد بن اسماعیل بن یونس المرادی النحوی المصری (متوفی ۳۳۸ھ)

☆ اعراب القرآن للنحاس (۲۱۷/۳ شاملہ، نسخہ مطبوعہ دار المعرفۃ لبنان ص ۷۷۴)

۵: ابوالليث نصر بن محمد بن احمد بن ابراہیم السمرقندی (متوفی ۳۸۵ھ)

☆ تفسیر السمرقندی المسمی بحر العلوم (۵۴/۳۔۵۳)

۶: العلامہ المفسر ابومنصور محمد بن احمد بن الازہر بن طلحہ الازہری اللغوی (متوفی ۳۷۰ھ)

☆ معانی القراءات للازہری (۲۸۴/۲ شاملہ)

تہذیب اللغۃ للازہری (۱۳۸/۷، شاملہ)

۷: المفسر وامام النحو ابوالحسن علی بن فضال بن علی بن غالب المجاشعی القیروانی التمیمی الفرزدقی (متوفی ۴۷۹ھ)

☆ النکت فی القرآن الکریم للمجاشعی القیروانی (۳۹۴/۱ شاملہ)

۸: الامام المفسر ابوالحسن علی بن احمد الواحدی النیسابوری (متوفی ۴۶۸ھ)

☆ الوسیط فی تفسیر القرآن المجید (۴۷۴/۳)

۹: ابونصر اسماعیل بن حماد الجوہری الفارابی (متوفی ۳۹۴ھ)

☆ تاج اللغۃ وصحاح العربیۃ المسمی الصحاح للجوہری (۱۵۵۰/۴، قال: ''و خاتمة الشيئ: آخره '')

۱۰: ابوعبدالرحمٰن خلیل بن احمد الفراھیدی (متوفی ۱۷۵ھ)

☆ کتاب العین (ص۲۳۱ قال: ''و خاتمة السورة: آخرها. و خاتم العمل و كل شيئ: آخره'')

۱۱: ابوالحسین احمد بن فارس بن زکریا (متوفی ۳۹۵ھ)

☆ معجم مقاییس اللغۃ (۲۴۵/۲ قال: ''والنبي ﷺ خاتم الأنبياء لأنه آخرهم'')

۱۲: ابوعبداللہ الحسین بن محمد الدامغانی (متوفی ۴۷۸ھ)

☆ الوجوہ والنظائر لالفاظ کتاب اللہ العزیز (ص ۲۰۶)

۱۳: ابوالمظفر منصور بن محمد بن عبدالجبار بن احمد المروزی السمعانی التمیمی (متوفی ۴۸۹ھ)

☆ تفسیر السمعانی (۲۹۰/۴ شاملہ)

۱۴: ابوالفرج عبدالرحمٰن بن علی بن محمد البغدادی عرف ابن الجوزی (متوفی ۵۹۷ھ)

☆ زاد المسیر فی علم التفسیر (۳۹۳/۶)

۱۵: محیی السنۃ ابومحمد الحسین بن مسعود الفراء البغوی (متوفی ۵۱۶ھ)

☆ معالم التنزیل یعنی تفسیر البغوی (۵۳۳/۳)

۱۶: قاضی ابوبکر محمد بن عبداللہ یعنی ابن العربی المالکی (متوفی ۵۴۳ھ)

☆ احکام القرآن (۱۵۴۹/۳)

۱۷: الامام العلامۃ الحافظ شیخ التفسیر ابواسحاق احمد بن محمد بن ابراہیم النیسابوری (متوفی ۴۲۷ھ)

☆ الکشف والبیان یعنی تفسیر الثعلبی (۵۰/۸)

۱۸: العلامۃ الماہر والمحقق الباہر ابوالقاسم الحسین بن محمد بن المفضل یعنی الراغب الاصبہانی (متوفی ۵۰۲ھ تقریباً)

☆ مفردات الفاظ القرآن فی غریب القرآن (ص۱۴۳، قال: لأنه ختم النبوة أي تممها بمجيئه)

۱۹: ابوعبداللہ محمد بن احمد الانصاری القرطبی المفسر (متوفی ۶۷۱ھ)

☆ الجامع لاحکام القرآن (۱۴/ ۱۹۶)

۲۰: ابوالقاسم شہاب الدین عبدالرحمٰن بن اسماعیل بن ابراہیم بن عثمان المقدسی الدمشقی ابوشامہ (متوفی ۶۶۵ھ)

☆ ابراز المعانی من حرز المعانی (۱/ ۲۵۰ شاملہ)

نیز دیکھئے حجۃ القراءات لعبدالرحمٰن بن محمد ابی زرعۃ بن زنجلہ (۱/ ۵۷۸ شاملہ) تفسیر ابن کثیر (۵/ ۱۸۵، دوسرا نسخہ ۱۱/ ۱۷۵۔۱۷۶) القاموس المحیط للفیروز آبادی (ص۱۴۲۰) تاج العروس مع جواہر القاموس لمحمد مرتضیٰ الزبیدی (۱۶/ ۱۹۰) اور لسان العرب لابن منظور (۱۲/ ۱۶۴) وغیرہ۔

اس آیتِ کریمہ کی متفقہ تفسیر سے ثابت ہوا کہ خاتم النبیین کا مطلب آخر النبیین ہے اور اسی پر اہلِ اسلام کا اجماع ہے۔

تنبیہ: مدینہ منورہ والے قرآن مجید میں خاتم النبیین (تاء کی زیر کے ساتھ) ہے اور یہ قراءت بھی اسی کی دلیل ہے کہ اس سے مراد آخر النبیین ہیں۔ ﷺ

۱: قراءتِ قالون (ص۳۷۱) مطبوعہ لیبیا

۲: قراءت ورش (ص۳۴۶) مطبوعہ مصر

دوسرا نسخہ (ص۴۹۰) مطبوعہ الجزائر

سورۃ الاحزاب کی آیت نمبر ۴۰ کے مفہوم پر بیس سے زیادہ حوالوں کے بعد عرض ہے کہ اس آیت کے علاوہ بہت سی دوسری آیات بھی ہیں، جن سے اہلِ اسلام ختمِ نبوت پر

استدلال کرتے ہیں، جن کی تفصیل مطول کتابوں میں ہے اور اب احادیث صحیحہ متواترہ پیشِ خدمت ہیں:

۱/۲) سیدنا سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے (بسندِ عامر بن سعد بن ابی وقاص) روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے (سیدنا) علی بن ابی طالب (رضی اللہ عنہ) سے فرمایا:

((أما ترضى أن تكون مني بمنزلة هارون من موسى إلا أنه لانبوة بعدي .))

کیا تم اس پر راضی نہیں کہ تمھارا میرے ساتھ وہ مقام ہو جو ہارون کا موسیٰ کے ساتھ تھا، سوائے اس کے کہ میرے بعد کوئی نبوت نہیں ہے۔ (صحیح مسلم: ۳۲/۲۴۰۴، ترقیم دارالسلام: ۶۲۲۰)

صحیح مسلم کے علاوہ یہ حدیث درج ذیل کتابوں میں بھی موجود ہے:

مسند احمد (۱/ ۱۸۵ ح ۱۶۰۸) سنن ترمذی (۲۹۹۹، ۳۷۲۴ وقال: حسن غریب صحیح)

خصائص علی للنسائی (۱۱) اور مسند سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ (روایۃ الدورقی: ۱۹) وغیرہ

اس کے راوی ابو محمد بکیر بن مسمار القرشی الزہری المدنی رحمہ اللہ جمہور کے نزدیک موثق ہونے کی وجہ سے ثقہ وصدوق ہیں اور ان پر امام بخاری کی جرح ثابت نہیں، بلکہ وہ دوسرے راوی بکیر بن مسمار پر ہے اور اگر یہی راوی مراد ہوں تو یہ ہلکی سی جرح (فیہ بعض النظر) جمہور کے مقابلے میں ہونے کی وجہ سے مردود ہے، نیز بکیر اس روایت میں منفرد نہیں بلکہ سعید بن المسیب نے ان کی متابعت کر رکھی ہے۔ دیکھئے فقرہ: ۲/۳

اور ایک روایت میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے فرمایا:

((... إلا أنه ليس بعدي نبي.)) سوائے اس کے کہ میرے بعد کوئی نبی نہیں۔

(مسند ابی یعلی الموصلی ۲/ ۹۹ ح ۷۵۵ وسندہ صحیح)

۲/۳) سعید بن المسیب نے سیدنا سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے سنا کہ رسول اللہ ﷺ نے (سیدنا) علی (رضی اللہ عنہ) سے فرمایا:

((أنت مني بمنزلة هارون من موسى إلا أنه لا نبي بعدي.))

(صحیح مسلم: ۳۰/ ۲۴۰۶، دارالسلام: ۶۲۱۷)

۳/٤) مصعب بن سعد بن ابی وقاص عن ابیہ کی سند سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے (سیدنا) علی (رضی اللہ عنہ) سے فرمایا: ((**ألا ترضى أن تكون مني بمنزلة هارون من موسى إلا أنه ليس نبي بعدي.**))

(صحیح بخاری: ۴۴۱۶، صحیح مسلم: ۲۴۰۴، مسند سعد بن ابی وقاص روایۃ الدورقی: ۴۹ والحکم بن عتیبہ صرح بالسماع)

٤/٥) ابراہیم بن سعد بن ابی وقاص عن ابیہ کی سند سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے (سیدنا) علی (رضی اللہ عنہ) سے فرمایا: ((**ألا ترضى أن تكون مني بمنزلة هارون من موسى إلا أنه لا نبي بعدي.**))

(خصائص علی للنسائی: ۵۳ وسندہ حسن، السیرۃ النبویۃ لابن ہشام ۴/۱۶۳، وتحقیقی مخطوط مصور ص ۲۰۵ ح ۲۰۷)

اس حدیث کے راوی امام محمد بن اسحاق بن یسار المدنی رحمہ اللہ جمہور کے نزدیک موثق ہونے کی وجہ سے صدوق حسن الحدیث ہیں اور انھوں نے سماع کی تصریح کر دی ہے۔

امام ابونعیم الاصبہانی نے اس حدیث کو ایک اور صحیح سند سے روایت کر کے فرمایا:

"**صحيح مشهور من حديث شعبة**" (حلیۃ الاولیاء ۷/۱۹۴)

۵/٦) عائشہ بنت سعد بن ابی وقاص عن ابیہا کی سند سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے علی بن ابی طالب (رضی اللہ عنہ) سے فرمایا: ((**أو ما ترضى أن تكون مني بمنزلة هارون من موسى إلا النبوة.**)) (مسند احمد ۱/۱۷۰ ح ۱۴۶۳، وسندہ صحیح)

اس تفصیل سے معلوم ہوا کہ سیدنا سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے اس حدیث کو پانچ تابعین نے روایت کیا ہے: عامر بن سعد بن ابی وقاص، سعید بن المسیب، مصعب بن سعد بن ابی وقاص، ابراہیم بن سعد بن ابی وقاص اور عائشہ بنت سعد بن ابی وقاص رحمہم اللہ اجمعین۔

۷) سیدنا جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((**و أنا العاقب .**)) اور میں عاقب (آخری نبی) ہوں۔

(صحیح بخاری: ۳۵۳۲، ۴۸۹۶ والزہری صرح بالسماع عندہ، صحیح مسلم: ۲۳۵۴، دارالسلام: ۶۱۰۵، ۶۱۰۷)

اس حدیث کے راوی امام ابن شہاب الزہری رحمہ اللہ (ثقہ بالا جماع اور جلیل القدر تابعی) نے العاقب کی تشریح میں فرمایا: "الذي ليس بعده نبي." "وہ جس کے بعد کوئی نبی (پیدا) نہ ہو۔ (صحیح مسلم، ترقیم دارالسلام: ۶۱۰۷)

اس حدیث کی تشریح میں امام سفیان بن حسین بن حسن الواسطی رحمہ اللہ نے فرمایا: "آخر الأنبياء" (تاریخ المدینۃ لعمر بن شبہ ۲/ ۶۳۱، وسندہ صحیح الیہ، المعجم الکبیر للطبرانی ۲/ ۱۲۲ ح ۱۵۲۶)

یہ حدیث بہت سی کتابوں میں موجود ہے، مثلاً دیکھئے: مسند الحمیدی (بتحقیقی: ۵۵۵) سنن ترمذی (۲۸۴۰ وقال: هذا حديث حسن صحيح) مسند احمد (۴/ ۸۱، ۸۳) اور السنن الکبریٰ للنسائی (۱۱۵۹۰) وغیرہ

سیدنا جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ سے اس حدیث کو ان کے دونوں بیٹوں محمد بن جبیر بن مطعم اور نافع بن جبیر بن مطعم نے بیان کیا ہے۔ (نافع بن جبیر کی روایت کے لئے دیکھئے مسند احمد ۴/ ۸۳۔ ۸۷، البحر الزخار ۸/ ۳۴۰ ح ۳۴۱۳ وقال البزار: "وإسناده صحيح")

۸) سیدنا حذیفہ بن الیمان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ((وأنا المقفى.)) اور میں مقفیٰ (آخری نبی) ہوں۔

(شمائل الترمذی بتحقیقی: ۳۶۶۔ ۳۶۷ وسندہ حسن، کشف الاستار للبزار ۳/ ۱۲۰ ح ۲۳۷۸)

یہ روایت ابوبکر بن عیاش عن عاصم بن ابی النجود عن ابی وائل شقیق بن سلمہ عن حذیفہ کی سند سے ہے اور حماد بن سلمہ کی سند سے عن عاصم بن ابی النجود عن زر بن حبیش عن حذیفہ رضی اللہ عنہ مروی ہے۔ (دیکھئے مسند احمد ۵/ ۴۰۵، صحیح ابن حبان: ۲۰۹۵، مصنف ابن ابی شیبہ ۱۱/ ۴۵۷ ح ۳۱۶۸۳)

یہ حدیث دونوں سندوں سے حسن لذاتہ ہے۔ قاری ابوبکر بن عیاش اور قاری عاصم بن ابی النجود دونوں جمہور کے نزدیک موثق ہونے کی وجہ سے صدوق حسن الحدیث راوی ہیں۔

مقفیٰ کی تشریح میں حافظ ابن عبدالبر رحمہ اللہ (متوفی ۴۶۳ھ) نے لکھا ہے:

"لأنه آخر الأنبياء" کیونکہ آپ آخری نبی ہیں۔ (التمہید لما فی الموطأ من المعانی والاسانید ۱۹/ ۴۵

حدیث تاسع و أربعون لأبي الزناد، الاستذکار ۲/۲۷۵ فقرہ: ۳۹۶)

۹) سیدنا ابوموسیٰ عبداللہ بن قیس الاشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ((أنا محمد و أنا أحمد و المقفیٰ ...))
میں محمد ہوں، میں احمد ہوں اور المقفیٰ ہوں۔

(مصنف ابن ابی شیبہ ۱۱/۴۵۷ ح ۳۱۶۸۴ وسندہ صحیح، مسند احمد ۴/۳۹۵، صحیح مسلم: ۲۳۵۵، دارالسلام: ۶۱۰۸)
نیز دیکھئے حدیث سابق: ۸

تنبیہ: امام وکیع اور ابونعیم الفضل بن دکین کا امام عبدالرحمٰن بن عبداللہ بن عتبہ بن عبداللہ بن مسعود المسعودی الہذلی رحمہ اللہ سے سماع ان کے اختلاط سے پہلے کا ہے۔

(دیکھئے الکواکب النیرات ص ۲۹۳)

۱/۱۰) عمرو بن عبداللہ الحضرمی رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ (سیدنا) ابوامامہ الباہلی (صدی بن عجلان) رضی اللہ عنہ نے بیان کیا: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ((وأنا آخر الأنبیاء و أنتم آخر الأمم .)) اور میں آخری نبی ہوں اور تم آخری امت ہو۔

(کتاب الآحاد والمثانی لابن ابی عاصم ۲/۴۴۷ ح ۱۲۴۹، وسندہ صحیح، السنۃ لابن ابی عاصم ص ۱۷۱ ح ۳۹۱، دوسرا نسخہ ۱/۲۷۹ ح ۴۰۰، المعجم الکبیر للطبرانی ۸/۱۷۲-۱۷۳ ح ۷۶۴۵ مختصراً، مسند الرویانی ۲/۲۹۵ ح ۱۲۳۹، الشریعۃ للآجری ۳/۱۳۱۲ ح ۸۸۲، المستدرک للحاکم ۴/۵۳۶ ح ۸۶۲۰ وصححہ علیٰ شرط مسلم ووافقہ الذہبی، کتاب الفتن للامام نعیم بن حماد الصدوق رحمہ اللہ ۲/۵۱۷ ح ۱۴۴۶، دوسرا نسخہ: ۱۳۱۳، الفتن للامام حنبل بن اسحاق [بحوالہ مکتبہ شاملہ]: ۳۷)

عمرو بن عبداللہ الحضرمی کو امام معتدل عجلی، نیز ابن حبان، حاکم اور ذہبی نے ثقہ قرار دیا ہے، لہٰذا وہ ثقہ صحیح الحدیث راوی ہیں اور باقی سند صحیح ہے۔

۲/۱۱) شرحبیل بن مسلم اور محمد بن زیاد کی سند سے روایت ہے کہ سیدنا ابوامامہ الباہلی رضی اللہ عنہ نے بیان کیا: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((أیها الناس! أنه لانبي بعدي و لا أمة بعدکم .)) اے لوگو! بے شک میرے بعد کوئی نبی نہیں اور تمھارے بعد کوئی امت نہیں۔ (المعجم الکبیر للطبرانی ۸/۱۳۶ ح ۷۵۳۵ وسندہ حسن،

السنۃ لابن ابی عاصم ۲/ ۷۱۵۔۷۱۶ ح ۱۰۹۵، دوسرا نسخہ: ۱۰۶۱)

اسماعیل بن عیاش کی یہ روایت شامیوں سے ہے اور انھوں نے سماع کی تصریح کر دی ہے، لہٰذا یہ سند حسن لذاتہ اور صحیح لغیرہ ہے۔

حدیث نمبر ۱۰، اور ۱۱ سے ثابت ہوا کہ سیدنا ابو امامہ الباہلی رضی اللہ عنہ سے ختم نبوت والی حدیث تین راویوں نے بیان کی ہے: عمرو بن عبداللہ الحضرمی، شرحبیل بن مسلم اور محمد بن زیاد، لہٰذا ان سے یہ حدیث صحیح مشہور ہے۔

سیدنا ابو امامہ رضی اللہ عنہ سے یہ حدیث اسد بن وداعہ (صدوق) راوی نے بھی بیان کی ہے۔ (دیکھئے المعجم الکبیر للطبرانی ۸/ ۱۶۲۔۱۶۳ ح ۷۶۲۲)

۱۲) سیدنا ثوبان (مولیٰ رسول اللہ ﷺ) سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((وإنه سيكون في أمتي كذابون ثلاثون كُلهم يزعم أنه نبي، و أنا خاتم النبيين ، لا نبي بعدي.)) اور بے شک میری اُمت میں تیس کذاب ہوں گے، ان میں سے ہر ایک یہ دعویٰ کرے گا کہ وہ نبی ہے۔ اور میں خاتم النبیین ہوں، میرے بعد کوئی نبی نہیں۔ (سنن ابی داود: ۴۲۵۲ وسندہ صحیح)

یہ حدیث درج ذیل کتابوں میں بھی موجود ہے:

مسند احمد (۵/ ۲۷۸ ح ۲۲۳۹۵) سنن ترمذی (۲۲۱۹ وقال: ھذا حدیث صحیح)

اور صحیح ابن حبان (الاحسان: ۷۱۹۴، دوسرا نسخہ: ۷۲۳۸) وغیرہ

اس حدیث کے راوی امام ابوقلابہ عبداللہ بن زید الجرمی رحمہ اللہ جمہور کے نزدیک ثقہ ہیں اور ان کا مدلس ہونا ثابت نہیں، لہٰذا یہ سند بالکل صحیح ہے۔

اس حدیث پر عبدالرحمٰن خادم قادیانی نے دو عجیب اعتراض کئے ہیں:

۱: ثوبان ناقابل اعتبار ہیں۔

۲: ابوقلابہ ناقابل اعتبار ہیں۔ (پاکٹ بک ص ۳۱۲)

اس قادیانی جرح کا جواب یہ ہے کہ حافظ ذہبی کی کتاب: میزان الاعتدال (۱/ ۱۷۳،

دوسرا نسخہ ۱/۳۷۳ ت ۱۴۰۳) میں جس ثوبان بن سعید پر ازدی (ضعیف و مجروح) کی جرح "یتکلمون فیه" ہے، وہ دوسرے آدمی تھے اور ان کے بارے میں امام ابو زرعہ الرازی نے فرمایا:" لا بأس به " (دیکھئے کتاب الجرح والتعدیل ۱/۴۷۰، اور لسان المیزان ۲/۸۵، دوسرا نسخہ ۲/۱۵۰)

جبکہ ہماری ذکر کردہ حدیث میں سیدنا ثوبان الہاشمی الشامی رضی اللہ عنہ مشہور صحابی ہیں۔ آپ رسول اللہ ﷺ کے آزاد کردہ غلام یعنی مولیٰ تھے۔

(دیکھئے الاصابۃ لابن حجر ۱/۲۰۴ ت ۹٦۷، اور تقریب التہذیب: ۸۵۸)

نیز دیکھئے میری کتاب: تحقیقی، اصلاحی اور علمی مقالات (۳/ ۴۹۷-۴۹۸)

ابوقلابہ پر قادیانی جرح کے جواب کے لئے دیکھئے تحقیقی مقالات (۳/ ۴۹٦-۴۹۷)

۱۳) سیدنا عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((**لو كان نبي بعدي لكان عمر بن الخطاب .**)) اگر میرے بعد کوئی نبی ہوتے تو وہ عمر بن خطاب ہوتے۔ (سنن ترمذی: ۳٦۸٦ وقال:" **هذا حديث حسن غريب لا نعرفه إلا من حديث حديث مشرح بن هاعان** " مسند احمد ۴/۱۵۴، مستدرک الحاکم ۳/ ۸۵ ح ۴۴۹۵ وقال:" **هذا الحديث صحيح الإسناد ولم يخرجاه** " وقال الذهبي: صحيح)

اس حدیث کی سند حسن لذاتہ ہے اور اسے درج ذیل علماء نے حسن یا صحیح قرار دیا ہے:

۱: ترمذی (حسن)
۲: حاکم (صحیح)
۳: ذہبی (صحیح)

اس حدیث کے راوی مشرح بن ہاعان جمہور کے نزدیک موثق ہونے کی وجہ سے صدوق حسن الحدیث ہیں۔ (دیکھئے میری کتاب: نور العینین ص ۱۸۲-۱۸۴)

۱/۱٤) ابو صالح السمان ذکوان الزیات رحمہ اللہ کی سند سے سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ((**إن مثلي و مثل الأنبياء من قبلي كمثل رجل بنى بيتًا فأحسنه و أجمله إلا موضع لبنة من زاوية فجعل الناس**

يطوفون به و يتعجبون له ويقولون :هلا و ضعت هذه اللبنة؟ قال:فأنا اللبنة و أنا خاتم النبيين .)) بے شک میری مثال اور مجھ سے پہلے انبیاء کی مثال اس آدمی کی طرح ہے، جس نے بہت اچھے طریقے سے ایک گھر بنایا اور اسے ہر طرح سے مزین کیا، سوائے اس کے کہ ایک کونے میں ایک اینٹ کی جگہ (چھوڑ دی) پھر لوگ اس کے چاروں طرف گھومتے ہیں اور (خوشی کے ساتھ) تعجب کرتے ہیں اور کہتے ہیں: یہ اینٹ یہاں کیوں نہیں رکھی گئی؟ آپ (ﷺ) نے فرمایا: پس میں وہ (نبیوں کے سلسلے کی) آخری اینٹ ہوں اور میں خاتم النبیین ہوں۔ (صحیح بخاری: ۳۵۳۵، صحیح مسلم: ۲۲/ ۲۲۸۶، دارالسلام: ۵۹۶۱)

یہ حدیث دوسری بہت سی کتابوں میں بھی ہے۔ مثلاً دیکھئے:

مسند احمد (۲/ ۳۹۸ ح ۹۱۶۷) السنن الکبریٰ للنسائی (۱۱۴۲۲) صحیح ابن حبان (الاحسان: ۶۴۰۵) اور شرح السنۃ للبغوی (۱۳/ ۲۰۱۔۲۰۲ ح ۳۶۲۱ وقال: **هذا حديث متفق على صحته**) وغیرہ۔

۲/۱۵) مشہور ثقہ تابعی امام ہمام بن منبہ بن کامل الصنعانی الیمنی رحمہ اللہ (متوفی ۱۳۲ھ) کی سند سے سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''میری اور دوسرے انبیاء کی مثال ایسی ہے جیسے کسی شخص نے گھر [کے کمرے] بنائے اور انھیں خوب آراستہ پیراستہ کر کے مکمل کر دیا، لیکن گھروں [یعنی کمروں] کے کناروں میں سے ایک کنارے پر ایک اینٹ کی جگہ چھوڑ دی۔ اب تمام لوگ آتے ہیں اور (عمارت کو) چاروں طرف سے گھوم کر دیکھتے ہیں، اور وہ عمارت انھیں تعجب میں ڈالتی ہے، لیکن یہ بھی کہتے ہیں کہ یہاں پر ایک اینٹ کیوں نہ رکھی گئی؟ جس سے اس (عمارت) کی تعمیر مکمل ہو جاتی۔ پس رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میں ہی وہ اینٹ ہوں۔''

(الصحیفۃ الصحیحۃ، صحیفہ ہمام بن منبہ مترجم ص ۳۷ ح ۲، دوسرا نسخہ ص ۶۶۔۶۸، تیسرا نسخہ ص ۲۸، چوتھا نسخہ ص ۷، صحیح مسلم ۲۱/ ۲۲۸۶، دارالسلام: ۵۹۶۰، مسند احمد ۲/ ۳۱۲ ح ۸۱۰۱/ ۲، شرح السنۃ للبغوی ۱۳/ ۱۹۹ ح ۳۶۱۹ وقال: **هذا حديث متفق على صحته**)

۳/۱۶) امام عبدالرحمٰن بن ہرمز الاعرج رحمہ اللہ کی سند سے سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے خوبصورت عمارت تعمیر کرنے کی مرفوع حدیث مذکور ہے اور اس میں یہ بھی ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: ''فكنت أنا تلك اللبنة'' پس میں وہ آخری اینٹ ہوں۔

(صحیح مسلم: ۲۰/۲۲۸۶، دارالسلام: ۵۹۵۹، مسند احمد ۲/۲۴۴، مسند الحمیدی بتحقیقی: ۱۰۴۳، دوسرا نسخہ: ۱۰۳۷)

۴/۱۷) عبدالرحمٰن بن یعقوب رحمہ اللہ کی سند سے سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: **((فضّلت على الأنبياء بست: أعطيت جوامع الكلم و نصرت بالرعب و أحلّت لي الغنائم و جعلت لي الأرض طهورًا و مسجدًا و أرسلت إلى الخلق كافّة و ختم بي النبيون .))**

مجھے انبیاء پر چھ فضیلتیں عطا کی گئی ہیں:

۱: مجھے جوامع الکلم (جامع کلام) عطا کیا گیا۔

۲: رعب کے ساتھ میری مدد کی گئی۔

۳: میرے لئے مالِ غنیمت حلال کیا گیا۔

۴: میرے لئے زمین کو پاک کرنے والی اور مسجد بنایا گیا۔

۵: مجھے ساری مخلوق (تمام انسانوں اور جنوں) کے لئے رسول بنا کر بھیجا گیا۔

۶: اور میرے ساتھ نبیوں کا سلسلہ ختم کر دیا گیا۔ (صحیح مسلم: ۵۲۳، دارالسلام: ۱۱۶۷، مسند احمد ۲/۴۱۱، سنن ترمذی: ۱۵۵۳، وقال: هذا حديث حسن صحيح)

۵/۱۸) ابوحازم سلمان الاشجعی الکوفی رحمہ اللہ کی سند سے سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: **((وإنه لا نبي بعدي.))** اور بے شک میرے بعد کوئی نبی نہیں۔ (صحیح بخاری: ۳۴۵۵، صحیح مسلم: ۱۸۴۲، دارالسلام: ۴۷۷۳)

اور ایک روایت میں ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: **((كلما ذهب نبي خلفه نبي وإنه ليس كائنًا فيكم نبي بعدي))** جب بھی ایک نبی جاتا تو اس کے بعد دوسرا نبی آتا تھا اور میرے بعد تم میں کوئی نبی (پیدا) نہیں ہوگا۔ (مصنف ابن ابی شیبہ ۱۵/۵۸ ح ۳۷۲۴۹ وسندہ صحیح)

۱۹/ ٦) عبداللہ بن ابراہیم بن قارظ رحمہ اللہ کی سند سے سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ((**فـإنـي آخـر الأنبيـاء و إن مسـجـدي آخـر المسـاجـد.**)) پس بے شک میں آخری نبی ہوں اور بے شک میری مسجد آخری مسجد (ہے جسے کسی نبی نے خود تعمیر کیا) ہے۔ (صحیح مسلم: ۱۳۹۴/۵۰۷، دارالسلام: ۳۳۷٦)

آخر المساجد کی تشریح میں حافظ ابو العباس احمد بن عمر بن ابراہیم القرطبی رحمہ اللہ (متوفی ٦۵٦ھ) نے لکھا ہے: " **فربط الكلام بفاء التعليل مشعرًا بأن مسجده إنما فضّل على المساجد كلها لأنه متأخر عنها و منسوب إلٰى نبي متأخر عن الأنبياء كلهم في الزمان .** " پس آپ نے فاءِ تعلیل کے ساتھ یہ بتانے کے لئے کلام مربوط کیا کہ آپ کی مسجد اس وجہ سے تمام مساجد پر فضیلت رکھتی ہے، کیونکہ یہ ان کے بعد ہے اور تمام انبیاء کے بعد آنے والے نبی آخر الزمان کی طرف نسبت رکھتی ہے۔

(المفہم لما اشکل من تلخیص کتاب مسلم ۳/ ۵۰٦ ح ۱۲۴٦)

قاضی عیاض المالکی اور محمد بن خلیفہ الوشتانی الابی دونوں نے اس حدیث سے یہ مراد لی کہ آپ ﷺ کی مسجد دوسری مسجدوں سے افضل ہے۔

(اکمال المعلم بفوائد مسلم ۴/ ۵۱۲، اکمال اکمال المعلم ۴/ ۵۰۹)

آخر الانبیاء کی نسبت سے آخر المساجد کا صرف یہی مطلب ہے کہ آخر مساجد الانبیاء، اس کے علاوہ دوسرا کوئی مطلب ہو ہی نہیں سکتا اور نہ ایسا معنی سلف صالحین کے کسی مستند عالم سے ثابت ہے۔

۲۰/ ۷۔۸) ابو سلمہ بن عبدالرحمٰن بن عوف اور ابو عبداللہ الاغر (دو تابعین) کی سند سے سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ " **فإن رسول الله** ﷺ **آخر الأنبياء و إن مسجده آخر المساجد.** " پس بے شک رسول اللہ ﷺ آخری نبی ہیں اور آپ کی مسجد (مساجد انبیاء میں سے) آخری مسجد ہے۔

(صحیح مسلم: ۱۳۹۴/۵۰۷، دارالسلام: ۳۳۷٦، سنن نسائی: ٦۹۵، والکبریٰ لہ: ۷۸۴)

نیز دیکھئے حدیث سابق: ۱۹

۹/۲۱) امام سعید بن المسیب کی سند سے سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ((لم يبق من النبوة إلا المبشرات.)) نبوت میں سے سوائے مبشرات کے کچھ بھی باقی نہیں رہا۔ لوگوں نے کہا: مبشرات کیا ہیں؟ آپ نے فرمایا: ((الرؤيا الصالحة.)) نیک خواب۔ (صحیح بخاری: ۶۹۹۰)

۱۰/۲۲) صعصعہ بن مالک رحمہ اللہ کی سند سے سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ((إنه ليس يبقى بعدي من النبوة إلا الرؤيا الصالحة.)) بے شک میرے بعد نبوت میں سے اچھے خواب کے علاوہ کچھ بھی باقی نہیں رہا۔

(موطأ امام مالک، روایۃ یحییٰ ۲/ ۹۵۶۔ ۹۵۷ ح ۱۸۴۷، وسندہ صحیح، روایۃ ابن القاسم بتحقیقی ص ۲۱۵ ح ۱۲۷، سنن ابی داود: ۵۰۱۷ وصححہ الحاکم ۴/ ۳۹۰۔ ۳۹۱ ح ۸۱۷۶ ووافقہ الذہبی)

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے ختم نبوت والی حدیث کو دس تابعین نے روایت کیا ہے:

۱: ابو صالح السمان

۲: ہمام بن منبہ

۳: عبدالرحمٰن بن ہرمز الاعرج

۴: عبدالرحمٰن بن یعقوب

۵: ابو حازم الاشجعی

۶: عبداللہ بن ابراہیم بن قارظ

۷: ابو سلمہ بن عبدالرحمٰن بن عوف

۸: ابو عبداللہ الاغر

۹: سعید بن المسیب

۱۰: صعصعہ بن مالک

ثابت ہوا کہ یہ حدیث سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے متواتر ہے۔

۲۳) سیدنا جابر بن عبداللہ الانصاری رضی اللہ عنہ سے ایک روایت ہے، جس کا خلاصہ یہ ہے کہ نبی ﷺ نے ایک بہترین اور مکمل گھر (محل) کی مثال کو نبیوں کی مثال قرار دیا۔ جس کی ایک اینٹ کی جگہ خالی تھی۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ((**فأنا موضع اللبنة ، جئت فختمت الأنبياء عليهم السلام .**)) پس میں اس اینٹ کی جگہ ہوں، میں آیا تو انبیاء علیہم السلام کا سلسلہ ختم کر دیا۔ (صحیح مسلم: ۲۲۸۷، دارالسلام: ۵۹۶۳)

یہ حدیث مختصراً صحیح بخاری (۳۵۳۴) میں بھی موجود ہے۔

۲۴) سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((**إن الرسالة والنبوة قد انقطعت فلا رسول بعدي ولا نبيّ.**))

بے شک رسالت اور نبوت منقطع (یعنی ختم) ہوگئی، پس میرے بعد نہ کوئی رسول ہوگا اور نہ کوئی نبی ہوگا۔ (سنن ترمذی: ۲۲۷۲ وقال: ''ھذا حدیث صحیح غریب من ھذا الوجہ'' وسندہ صحیح، مسند احمد ۳/ ۲۶۷ وصححہ الحاکم ۴/ ۳۹۱ علی شرط مسلم ووافقہ الذہبی)

اس صحیح حدیث پر قادیانیوں کی جرح کے جواب کے لئے دیکھئے میری کتاب: تحقیقی مقالات (۳/ ۴۸۵۔۴۸۹)

۲۵) صحابیہ ام کرز الکعبیہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا: ((**ذهبت النبوة و بقيت المبشرات .**)) نبوت ختم ہوگئی اور مبشرات (نیک خواب) باقی رہ گئے۔ (مسند الحمیدی بتحقیقی: ۳۴۹ وسندہ حسن، سنن ابن ماجہ: ۳۸۹۶، مسند احمد ۶/ ۳۸۱، سنن دارمی ۲/ ۱۲۳ ح ۲۱۴۴، صحیح ابن حبان الاحسان: ۶۰۱۵ وغیرہ)

بوصیری نے زوائد ابن ماجہ میں کہا: '' **إسناده صحيح و رجاله ثقات** ''(ح ۳۸۹۶)

۲۶) سیدنا ابو بکر اور سیدنا عمر رضی اللہ عنہما دونوں جب سیدہ ام ایمن (برکہ رضی اللہ عنہا) حاضنۃ النبی ﷺ کے پاس گئے تو ام ایمن رضی اللہ عنہا رونے لگیں اور فرمایا: '' **ولكن أبكي أن الوحي قد انقطع من السماء.** '' اور لیکن میں روتی ہوں کہ آسمان سے وحی کا آنا منقطع (ختم) ہوگیا ہے۔ (صحیح مسلم: ۲۴۵۴، دارالسلام: ۶۳۱۸، سنن ابن ماجہ: ۱۶۳۵)

پھر وہ دونوں بھی ام ایمن رضی اللہ عنہا کے ساتھ رونے لگے۔ رضی اللہ عنہم اجمعین

۲۷) سیدنا عبداللہ بن ابی اوفی رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ ﷺ کے بیٹے ابراہیم (رضی اللہ عنہ) کے بارے میں فرمایا: "مات صغيرًا و لو قضي أن يكون بعد محمد ﷺ نبي عاش ابنه و لكن لا نبي بعده" وہ بچپن میں ہی وفات پا گئے اور اگر محمد ﷺ کے بعد کوئی نبی ہوتا تو آپ کے بیٹے زندہ رہتے، لیکن آپ کے بعد کوئی نبی نہیں۔ (صحیح بخاری: ۶۱۹۴)

۲۸) سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے (مرضِ وفات میں) فرمایا: ((أيها الناس! إنه لم يبق من مبشرات النبوة إلا الرؤيا الصالحة يراها المسلم أوترى له .)) اے لوگو! مبشرات میں سے کچھ بھی باقی نہیں رہا، سوائے اچھے خواب کے جسے کوئی مسلمان دیکھتا ہے یا اسے دکھایا جاتا ہے۔

(صحیح مسلم: ۴۷۹، دارالسلام: ۱۰۷۴)

۲۹) سیدنا ابوالطفیل عامر بن واثلہ رضی اللہ عنہ کی سند سے سیدنا حذیفہ بن اسید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((ذهبت النبوة فلا نبوة بعدي إلا المبشرات))

نبوت ختم ہو گئی، پس میرے بعد کوئی نبوت نہیں، سوائے مبشرات کے۔ پوچھا گیا: مبشرات کیا ہیں؟ آپ نے فرمایا: اچھا خواب جو آدمی دیکھتا ہے یا اسے دکھایا جاتا ہے۔

(المعجم الکبیر للطبرانی ۳/ ۱۷۹ ح ۳۰۵۱ و سندہ صحیح)

نیز دیکھئے مجمع الزوائد (۷/ ۱۷۳)

۳۰) سیدنا ابوالطفیل عامر بن واثلہ اللیثی الکنانی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میرے بعد کوئی نبوت نہیں، سوائے مبشرات کے... نیک خواب۔

(مسند احمد ۵/ ۴۵۴ ح ۲۳۷۹۵ و سندہ صحیح)

نیز دیکھئے موسوعہ حدیثیہ لمسند الامام احمد (۳۹/ ۲۱۳۔۲۱۴)

۳۱) سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا:

((لا يبقى بعدي من النبوة شيٌ إلا المبشرات.))

میرے بعد نبوت میں سے کوئی چیز باقی نہیں رہے گی، سوائے مبشرات کے۔

لوگوں نے کہا: یارسول اللہ! مبشرات کیا ہیں؟ آپ نے فرمایا: نیک خواب جسے آدمی دیکھتا ہے یا اسے دکھایا جاتا ہے۔

(مسند احمد ۶/۱۲۹ ح ۲۴۹۷۷ وسندہ حسن، شعب الایمان للبیہقی: ۴۷۵۰، زوائد البز ار: ۲۱۱۸)

بطورِ فائدہ عرض ہے کہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے ایک روایت میں آیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: پھر عیسیٰ علیہ السلام نازل ہوں گے تو اسے (دجال کو) قتل کریں گے، پھر عیسیٰ علیہ السلام عادل امام اور انصاف کرنے والے حکمران بن کر زمین میں چالیس سال رہیں گے۔

(مسند احمد ۶/۷۵ ح ۲۴۴۶۷ وسندہ حسن، موسوعہ حدیثیہ ۴۱/۱۵۔۱۶، و یحییٰ بن ابی کثیر صرح بالسماع)

۳۲) سیدنا ابو سعید الخدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((مثلي و مثل النبيين من قبلي كمثل رجل بنٰى دارًا فأتمها إلا لبنة واحدة، فجئت أنا فأتممت تلك اللبنة.)) میری اور مجھ سے پہلے نبیوں کی مثال اس آدمی کی طرح ہے جس نے ایک مکمل گھر بنایا، سوائے ایک اینٹ کے۔

پس میں آ گیا تو میں نے اس اینٹ (کی جگہ) کو مکمل کر دیا۔

(مسند احمد ۳/۹ ح ۱۱۰۶۷، صحیح مسلم: ۲۲/۲۲۸۶، دارالسلام: ۵۹۶۲، مصنف ابن ابی شیبہ ۱۱/۴۹۹ ح ۳۱۷۶۰)

فائدہ: صحیحین میں مدلسین کی معنعن روایات بھی سماع و متابعات معتبرہ پر محمول ہیں اور اس بات کو تلقی بالقبول حاصل ہے، لہٰذا صحیحین کی کسی حدیث پر تدلیس کا اعتراض صحیح نہیں بلکہ غلط ہے۔ والحمدللہ

۳۳) سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((أنا أولى الناس بعيسى ابن مريم في الأولى والآخرة.)) میں دنیا اور آخرت میں عیسیٰ بن مریم کے سب سے زیادہ قریب ہوں۔ لوگوں نے کہا: یارسول اللہ ﷺ یہ کیسے؟ آپ نے فرمایا: ((الأنبياء إخوة من علات و أمهاتهم شتى و دينهم واحد فليس

بیننا نبي.)) انبیاء علاتی بھائی ہیں، ان کی شریعتیں علیحدہ ہیں اور دین ایک ہے، پس ہمارے (میرے اور عیسیٰ کے) درمیان کوئی نبی نہیں۔

(صحیفہ ہمام: ۱۳۳، صحیح مسلم: ۲۳۶۵، دارالسلام: ۶۱۳۲)

ایک روایت میں ہے کہ "ولیس بیني و بین عیسی نبي."

اور میرے اور عیسیٰ کے درمیان کوئی نبی نہیں۔ (صحیح مسلم: ۱۴۴/ ۲۳۶۵، دارالسلام: ۶۱۳۱)

اس حدیث سے دو باتیں صاف ثابت ہیں:

۱: سیدنا عیسیٰ علیہ السلام اور سیدنا محمد ﷺ کے درمیان کوئی نبی نہیں تھے۔

۲: سیدنا محمد ﷺ اور سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کے (آسمان سے) نزول تک کوئی نبی نہیں ہوگا اور دوسرے دلائل سے ثابت ہے کہ سیدنا عیسیٰ ابن مریم علیہ السلام کے نزول از آسمان کے بعد قیامت تک بھی کوئی نبی پیدا نہیں ہوگا۔

۳۴) سیدنا عرباض بن ساریہ السلمی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((إني عند الله لخاتم النبیین و إن آدم علیه السلام لمنجدل في طینته...))

میں اللہ کے ہاں (تقدیر میں) خاتم النبیین (آخری نبی) تھا اور آدم علیہ السلام اس وقت مٹی سے وجود میں نہیں آئے تھے۔ (مسند احمد ۴/ ۱۲۷ ح ۱۷۱۵۰ وسندہ حسن وأخطأ من ضعفه، صحیح ابن حبان، الاحسان: ۶۴۰۴، مستدرک الحاکم ۲/ ۶۰۰)

۳۵) سیدہ اسماء بنت عمیس رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے (سیدنا) علی رضی اللہ عنہ سے فرمایا: ((یا علي! أنت مني بمنزلة هارون من موسی إلا أنه لیس بعدي نبي.)) اے علی! تمھارا میرے ساتھ وہی مقام ہے جو ہارون کا موسیٰ (علیہما السلام) سے تھا، لیکن میرے بعد کوئی نبی نہیں۔ (خصائص علی للامام النسائی: ۶۳ وسندہ صحیح)

نیز دیکھئے مسند احمد (۶/ ۴۳۸) فضائل الصحابہ للامام احمد (۱۰۲۰) مصنف ابن ابی شیبہ (۱۲/ ۶۰) اور الآحاد والمثانی لابن ابی عاصم (۳۴۶ا) وغیرہ۔

۳۶) سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ان سے فرمایا:

((ألا ترضى أن تكون مني بمنزلة هارون من موسى إلا أنه لا نبي بعدي.))
کیا تم اس پر راضی نہیں کہ تمھارا میرے ساتھ وہ مقام ہو جو ہارون کا موسیٰ کے ساتھ تھا، سوائے یہ کہ میرے بعد کوئی نبی نہیں۔ (حلیۃ الاولیاء ۷/۱۹۶، وسندہ صحیح)

اس حدیث کے راوی عباس بن محمد المجاشعی رحمہ اللہ ثقہ تھے۔ رحمہ اللہ

۳۷) سیدنا ابوقتیلہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے حجۃ الوداع کے دوران، لوگوں میں کھڑے ہو کر فرمایا: ((لا نبي بعدي ولا أمة بعدكم.)) میرے بعد کوئی نبی نہیں اور تمھارے بعد کوئی (دوسری) اُمت نہیں۔ (الآحاد والمثانی لابن ابی عاصم ۵/۲۵۲ ح ۲۷۷۹)

یہ حدیث درج ذیل کتابوں میں بھی موجود ہے:
المعجم الکبیر للطبرانی (۲۲/ ۳۱۶ ح ۷۹۷) مسند الشامیین (۲/۱۹۳۔۱۹۴ ح ۱۱۷۳) اور السلسلۃ الصحیحۃ للالبانی (۷/۷۰۷ ح ۳۲۳۳) وغیرہ۔

اس حدیث کے بارے میں تین فوائد پیشِ خدمت ہیں:

۱: بقیہ بن الولید اگرچہ صدوق مدلس تھے، لیکن بحیر بن سعد سے ان کی روایت سماع پر محمول ہوتی ہے، کیونکہ یہ باب الروایۃ عن الکتاب میں سے ہے اور بقیہ رحمہ اللہ کی یہ روایت بحیر بن سعد ہی سے ہے، لہٰذا صحیح ہے۔

ابن عبدالہادی نے فرمایا: "ورواية بقية عن بحير صحيحة، سواء صرح بالحديث أم لا." بقیہ (بن الولید) کی بحیر (بن سعد) سے روایت صحیح ہوتی ہے، چاہے وہ سماع کی تصریح کریں یا نہ کریں۔ (تعلیقۃ علی العلل لابن ابی حاتم ص ۱۲۴ ح ۳۵/۱۲۳)

۲: ابوقتیلہ رضی اللہ عنہ صحابی تھے۔ دیکھئے تجرید اسماء الصحابۃ للذہبی (۲/۱۹۴ ت ۲۲۴۵)

۳: محمد بن الحسین الازدی کی کتاب: الکنیٰ من لا یعرف لہ اسمہ میں (بغیر سند کے) اس روایت میں بقیہ کے بحیر بن سعد سے سماع کی تصریح ہے۔ (۱/۵۵ ح ۱۳۵، شاملہ)

لیکن یہ تصریح دو وجہ سے مردود ہے:

اول: ازدی بذاتِ خود ضعیف متروک بلکہ سخت مجروح ہے۔

دوم: یہ متصل سند سے موجود نہیں۔

۳۸) سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے علی (رضی اللہ عنہ) سے فرمایا: کیا تم اس پر راضی نہیں کہ میرے ساتھ تمھارا وہی مقام ہو جو ہارون کا موسیٰ کے ساتھ تھا، سوائے یہ کہ میرے بعد کوئی نبی نہیں۔ (کشف الاستار عن زوائد البزار ۳/۱۸۵ ح ۲۵۲۵ وسندہ حسن)

سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ کی دوسری حدیث کے لئے دیکھئے فقرہ سابقہ: ۲۸

۳۹) سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا:

((بعثت أنا والساعة كهاتين.)) میں اور قیامت ان دونوں (انگلیوں) کی طرح (نزدیک نزدیک) بھیجے گئے ہیں۔ (صحیح بخاری: ۶۵۰۴، صحیح مسلم: ۲۹۵۱، دارالسلام: ۷۴۰۴)

دو انگلیوں سے مراد سبابہ اور درمیانی انگلی ہیں۔ (دیکھئے صحیح مسلم: ۷۴۰۵)

اس حدیث کی تشریح میں حافظ ابن حبان نے فرمایا:

" أراد به أني بعثت والساعة كالسبابة والوسطى من غير أن يكون بيننا نبي آخر لأني آخر الأنبياء و علٰى أمتي تقوم الساعة."

اس حدیث سے آپ کی مراد یہ ہے کہ میں اور قیامت اس طرح مبعوث کئے گئے ہیں جس طرح سبابہ (شہادت والی انگلی) اور درمیانی انگلی ہیں، ہمارے درمیان دوسرا کوئی نبی نہیں، کیونکہ میں آخری نبی ہوں اور میری اُمت پر ہی قیامت قائم ہوگی۔

(صحیح ابن حبان، الاحسان ۱۵/۱۳ ح ۶۶۴۰، پرانا نسخہ: ۶۶۰۶)

۴۰) عبدالرحمٰن بن آدم کی سند کے ساتھ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

(تمام) انبیاء علاتی بھائی ہیں، ان کا دین ایک ہے اور ان کی مائیں (شریعتیں) جدا جدا ہیں اور لوگوں میں سب سے زیادہ میں عیسیٰ بن مریم کے نزدیک ہوں، کیونکہ میرے اور ان کے درمیان کوئی نبی نہیں اور بے شک وہ نازل ہونے والے ہیں...الخ

(مسند احمد ۲/۴۳۷ ح ۹۶۳۰ وسندہ صحیح، قتادہ صرح بالسماع، صحیح ابن حبان، الاحسان: ۶۷۸۲ والزیادۃ منہ)

نیز دیکھئے میری کتاب: تحقیقی مقالات (ج۱ص۱۰۷۔۱۰۸)

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی دیگر روایات کے لئے دیکھئے فقرات سابقہ: ۱۴۔۲۲، ۳۳

فہم حدیث کے لئے دیکھئے فقرہ سابقہ: ۳۳

ان کے علاوہ اور بھی بہت سی احادیث ہیں، مثلاً سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: " **وإن الوحي قد انقطع** " اور بے شک وحی (کا آنا) منقطع ہو گیا ہے۔ (صحیح بخاری: ۲۶۴۱)

قارئین کرام! قرآن مجید کی آیت مذکورہ (و دیگر آیات) نیز احادیث مذکورہ کا خلاصہ یہ ہے کہ سیدنا محمد رسول اللہ ﷺ آخری نبی ہیں اور آپ کے دور سے لے کر قیامت تک کوئی نبی پیدا نہیں ہوگا اور اسی پر تمام مسلمانوں کا اجماع ہے، لہٰذا ختمِ نبوت بمعنی آخری نبی کا انکار کرنے والا کافر و مرتد اور اُمتِ مسلمہ سے خارج ہے۔

ختمِ نبوت کی احادیث بیان کرنے والے صحابۂ کرام کے نام حروفِ تہجی کی ترتیب سے مع حوالہ جات درج ذیل ہیں:

۱:	ابوالطفیل عامر بن واثلہ رضی اللہ عنہ	۳۰
۲:	ابوامامہ الباہلی رضی اللہ عنہ	۱۰۔۱۱
۳:	ابوبکر الصدیق رضی اللہ عنہ	۲۶
۴:	ابوسعید الخدری رضی اللہ عنہ	۳۲
۵:	ابوقتیلہ رضی اللہ عنہ	۳۷
۶:	ابوموسیٰ الاشعری رضی اللہ عنہ	۹
۷:	ابوہریرہ رضی اللہ عنہ	۱۴۔۲۲، ۳۳، ۴۰
۸:	اسماء بنت عمیس رضی اللہ عنہا	۳۵
۹:	ام ایمن رضی اللہ عنہا	۲۶
۱۰:	ام کرز الکعبیہ رضی اللہ عنہا	۲۵
۱۱:	انس بن مالک رضی اللہ عنہ	۲۴، ۳۹

۱۲: ثوبان رضی اللہ عنہ مولیٰ رسول اللہ ﷺ ۱۲

۱۳: جابر بن عبداللہ الانصاری رضی اللہ عنہ ۲۳

۱۴: جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ ۷

۱۵: حذیفہ بن اسید رضی اللہ عنہ ۲۹

۱۶: حذیفہ بن الیمان رضی اللہ عنہ ۸

۱۷: سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ ۲۔۶

۱۸: عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا ۳۱

۱۹: عبداللہ بن ابی اوفیٰ رضی اللہ عنہ ۲۷

۲۰: عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ ۲۸، ۳۸

۲۱: عرباض بن ساریہ السلمی رضی اللہ عنہ ۳۴

۲۲: عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ ۱۳

۲۳: علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ ۳۶

۲۴: عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ ۲۶

یہ وہ عقیدہ ہے، جس پر صحابۂ کرام، تابعین عظام، تبع تابعین اور سلف صالحین کا اجماع رہا ہے اور اسی عقیدے کی بنیاد پر مسیلمہ کذاب اور دوسرے مدعیانِ نبوت کو قتل کیا گیا تھا۔

ختمِ نبوت والی متواتر احادیث اور اس مسئلے پر اُمتِ مسلمہ کے اجماع کے بعد عرض ہے کہ سیدنا عیسیٰ بن مریم علیہ السلام قیامت سے پہلے، آسمان سے زمین پر نازل ہوں گے اور دجال کو قتل کریں گے، جیسا کہ صحیح احادیث سے ثابت ہے:

۱: سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ابو القاسم (ﷺ) نے فرمایا:

((ثم ینزل عیسی بن مریم علیہ السلام من السماء ...)) پھر عیسیٰ بن مریم ﷺ آسمان سے نازل ہوں گے۔ الخ (البحر الزخار ۱۷/۹۶ ح ۹۶۴۲ وعنده بعده: فيوم الناس، کشف الاستار عن

زوائد البزار ۱/۴/۱۴۲/۴ ۔۱۴۳ ح ۳۳۹۶ وعنده بعده : فيقوم الناس، مجمع الزوائد ۷/ ۳۴۹)

اس حدیث کی سند صحیح ہے۔ (دیکھئے میری کتاب: تحقیقی مقالات ج ۱ ص ۱۱۱۔ ۱۱۲)

حدیث کے لفظ فیقوم کا مطلب یہ ہے کہ لوگ (نماز پڑھنے کے لئے) کھڑے ہو جائیں گے۔ فیؤم کا مطلب یہ ہے کہ نزول از سماء والے دن کے بعد باقی نمازوں میں سیدنا عیسیٰ علیہ السلام امامت فرمائیں گے، لہٰذا احادیث میں کوئی تعارض نہیں۔

۲: سیدنا نواس بن سمعان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: ...اچانک اللہ تعالیٰ عیسیٰ بن مریم کو بھیجے گا، وہ شہر دمشق کے مشرق کی طرف سفید منارے کے پاس دو چادریں لپیٹے، اپنے دونوں ہاتھ دو فرشتوں کے پروں پر رکھے ہوئے نازل ہوں گے۔ الخ

(صحیح مسلم: ۲۹۳۷، تحقیقی مقالات ۱/ ۱۱۷)

اس حدیث سے صاف ظاہر ہے کہ سیدنا عیسیٰ علیہ السلام (آسمان سے) دو فرشتوں کے پروں پر دونوں ہاتھ رکھے ہوئے اتریں گے۔

۳: نبی ﷺ جب معراج والی رات آسمان پر تشریف لے گئے تو آپ کے سامنے سیدنا عیسیٰ علیہ السلام (ناصری اسرائیلی) نے فرمایا: میرے ساتھ قیامت سے قبل (نزول) کا وعدہ کیا گیا ہے، لیکن اس کا وقت اللہ کو ہی معلوم ہے۔

پھر انھوں نے دجال کے خروج کا ذکر کیا اور فرمایا: میں نازل ہو کر اسے قتل کروں گا۔ الخ

(سنن ابن ماجہ: ۴۰۸۱ وسندہ صحیح، تحقیقی مقالات ۱/ ۱۲۱۔ ۱۲۲)

اس حدیث سے صاف ظاہر ہے کہ بنی اسرائیل کی طرف بھیجے گئے سیدنا عیسیٰ بن مریم علیہ السلام ہی آسمان سے نازل ہوں گے اور دجال کو قتل کریں گے۔

۴: قرآن مجید میں آیا ہے: ﴿وَاِنْ مِّنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ اِلَّا لَيُؤْمِنَنَّ بِهٖ قَبْلَ مَوْتِهٖ ۚ﴾ اور اہلِ کتاب میں سے ہر ایک اس پر ضرور ایمان لائے گا اُس کی موت سے پہلے۔

(النساء: ۱۵۹)

اس آیت کی تشریح میں سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ''موت عیسی'' یعنی

عیسیٰ (علیہ السلام) کی وفات سے پہلے۔ (تاریخ دمشق لابن عساکر ۴۷/۵۱۳ وسندہ حسن)

مشہور فقیہ و مجتہد اور امیر المومنین فی الحدیث جلیل القدر صحابی سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے بھی اس آیت سے نزولِ عیسیٰ ابن مریم علیہ السلام پر استدلال کیا۔

(دیکھئے صحیح بخاری: ۳۴۴۸، صحیح مسلم: ۱۵۵، ترقیم دارالسلام: ۳۹۰)

سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ نے سورۃ الزخرف کی آیت: ﴿وَ اِنَّهٗ لَعِلْمٌ لِّلسَّاعَةِ﴾ کی تشریح میں فرمایا: "خروج عيسى قبل يوم القيامة" قیامت سے پہلے عیسیٰ (علیہ السلام) کا خروج۔

(صحیح ابن حبان، الاحسان: ۶۷۷۸، دوسرا نسخہ: ۶۸۱۷)

اس کی سند صحیح ہے۔ (دیکھئے تحقیقی مقالات ج ۱ ص ۸۶)

اس آیت کی تشریح میں مشہور ثقہ تابعی اور امام: حسن بصری رحمہ اللہ نے فرمایا:

" قبل موت عيسى، والله إنه الآن لحي عند الله و لكنه إذا نزل آمنوا به أجمعون " عیسیٰ کی موت سے پہلے، اللہ کی قسم! وہ اب اللہ کے پاس (آسمان پر) زندہ ہیں، لیکن جب وہ نازل ہوں گے تو (اس زمانے کے بقیہ) سارے (اہلِ کتاب) ان پر ایمان لے آئیں گے۔ (تفسیر ابن جریر الطبری ۴/۲۵۴ ح ۱۰۸۲۲، وسندہ صحیح)

امام حسن بصری رحمہ اللہ نے ﴿اِنِّیْ مُتَوَفِّیْكَ﴾ کی تشریح میں فرمایا: "متوفيك من الأرض " تجھے (میں) زمین سے اٹھانے والا ہوں۔

(تفسیر طبری ۳/۲۳۴ ح ۷۱۲۸ وسندہ صحیح، تفسیر عبدالرزاق ۱/۱۲۹ ح ۴۰۷)

موثق عند الجمہور اور صدوق حسن الحدیث تبع تابعی مطر بن طہمان الوراق نے فرمایا:

"متوفيك من الدنيا و ليس بوفاة موت " تجھے دنیا سے اٹھانے والا ہوں اور یہ موت والی وفات نہیں۔ (تفسیر طبری ۳/۲۳۳-۲۳۴ ح ۷۱۲۸ وسندہ صحیح)

خیر القرون میں کوئی بھی ان کا مخالف معلوم نہیں، لہٰذا اس پر اجماع ہے کہ سیدنا عیسیٰ بن مریم الناصری علیہ السلام آسمان پر زندہ موجود ہیں اور قیامت سے پہلے نازل ہوں گے۔

مشہور مفسر ابو حیان محمد بن یوسف الاندلسی رحمہ اللہ (متوفی ۷۴۵ھ) نے فرمایا:

" وأجمعت الأمة علٰى ما تضمنه الحديث المتواتر من أن عيسى في السماء و أنه ينزل في آخر الزمان ." حدیث متواتر کے اس مضمون پر امت کا اجماع ہو چکا ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام زندہ آسمان پر موجود ہیں اور وہ آخری زمانے میں آسمان سے نازل ہوں گے۔ (تفسیر البحر المحیط ج۲ ص۴۹۷)

آخری عمر میں حق کی طرف رجوع کرنے والے ابوالحسن الاشعری رحمہ اللہ (متوفی ۳۲۹ھ) نے اپنی مشہور کتاب "الابانة عن أصول الديانة" میں فرمایا:

" وأجمعت الأمة علٰى أن الله عزوجل رفع عيسى إلى السماء ." اور امت نے اس بات پر اجماع کیا ہے کہ بے شک اللہ تعالیٰ نے عیسیٰ علیہ السلام کو آسمان پر اٹھالیا ہے۔

(ص۳۴)

یاد رہے کہ مستدرک للحاکم (۱/ ۱۱۶) وغیرہ کی صحیح حدیث سے ثابت ہے کہ اجماع اُمت شرعی دلیل و حجت ہے، بلکہ امام شافعی رحمہ اللہ نے فرمایا:

"الأصل قرآن أو سنة فإن لم يكن فقياس عليهما.

و إذا اتصل الحديث عن رسول الله (ﷺ) و صحّ الإسناد (به) فهو سنة.

والاجماع أكبر من الخبر المنفرد.

والحديث علٰى ظاهره.

و إذا احتمل المعاني فما أشبه منها ظاهر الأحاديث أولاها به .

و إذا تكافأت الأحاديث فأصحها إسنادًا أولاها ."

☆ قرآن وسنت اصل ہیں، پھر اگر (معلوم) نہ ہو تو ان دونوں پر قیاس ہے۔

☆ جب رسول اللہ ﷺ تک حدیث متصل ہو اور سند صحیح ہو تو یہ سنت ہے۔

☆ اجماع خبرِ واحد سے بڑا ہے۔

☆ حدیث اپنے ظاہر پر رہتی ہے اور اگر کئی معنوں کا احتمال ہو تو احادیث کے ظاہر سے مشابہ ہی اولیٰ (سب سے راجح) ہے اور اگر حدیثیں برابر ہوں تو زیادہ صحیح سند والی حدیث

راجح ہے۔ (آداب الشافعی ومناقبہ لابن ابی حاتم ص ۱۷۷۔۱۷۸، وسندہ صحیح، دوسرا نسخہ ۲۳۱۔۲۳۲)

اجماع کے بارے میں امام شافعی کے قول کا مطلب یہ ہے کہ خبرِ واحد کی غلط تاویل ہوسکتی ہے، لیکن اجماع کی تاویل نہیں ہوسکتی، لہٰذا اجماع خبرِ واحد سے بلحاظِ صراحت بڑا ہے۔

○: دلائل صحیحہ متواترہ کے بعد بطورِ الزامی دلیل عرض ہے کہ مرزا غلام احمد قادیانی نے اپنا ایک اہم اصول درج ذیل الفاظ میں لکھا ہے:

" والقسم يدل على ان الخبر محمول على الظاهر لا تأويل فيه ولا استثناء والافایّ فائدةٍ كانت في ذكر القسم فتدبّر كالمفتشين المحققين ."

(حمامۃ البشریٰ ص ۱۵، روحانی خزائن ج ۷ ص ۱۹۲)

اس عبارت کا لفظی ترجمہ درج ذیل ہے:

اور قسم دلالت کرتی ہے اس پر کہ خبر ظاہر پر محمول ہے، اس میں تاویل نہیں اور نہ استثناء ہے، ورنہ قسم کے ذکر میں کیا فائدہ تھا؟ پس تفتیش کرنے والے محققین کی طرح تدبر کر۔

اس مرزائی اصول سے معلوم ہوا کہ جس پیشین گوئی میں قسم کے الفاظ موجود ہوں تو وہ اپنے ظاہری الفاظ پر ہی محمول ہوتی ہے اور اس کی تاویل واستثناء غلط ہوتا ہے۔

اس مرزائی اصول کو مدنظر رکھتے ہوئے دو حدیثیں پیشِ خدمت ہیں:

اول: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((والذي نفسي بيده ليوشكن أن ينزل فيكم ابن مريم حكمًا مقسطًا فيكسر الصليب و يقتل الخنزير و يضع الجزية و يفيض المال حتى لا يقبله أحد.)) اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے! ضرور عنقریب تم میں ابن مریم حاکم، عادل بن کر نازل ہوں گے، پھر وہ صلیب توڑ دیں گے، خنزیر کو قتل کر دیں گے، جزیہ موقوف کر دیں گے اور مال کی فراوانی ہوگی حتیٰ کہ اسے کوئی قبول نہیں کرے گا۔

(صحیح بخاری: ۲۲۲۲، صحیح مسلم: ۱۵۵، سنن ترمذی: ۲۲۳۳ وقال: "ھذا حدیث حسن صحیح" میری کتاب: تحقیقی مقالات ج ۱ ص ۱۰۰۔۱۰۱)

دوم: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((واللہ لینزلن ابن مریم حکمًا عادلاً ...))

اللہ کی قسم! ابن مریم ضرور عادل حاکم بن کر نازل ہوں گے...

(صحیح مسلم: ۱۵۵، تحقیقی مقالات ج ۱ ص ۱۰۴۔۱۰۵)

۶: سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے ایک مرفوع حدیث میں آیا ہے کہ (سیدنا) عیسیٰ علیہ السلام زمین میں چالیس سال رہیں گے۔ دیکھئے فقرہ سابقہ: ۳۱

۷: کسی ایک صحیح یا حسن لذاتہ حدیث میں یہ قطعاً موجود نہیں کہ عیسیٰ بن مریم یا مسیح موعود (آسمان سے) نازل نہیں ہوں گے، بلکہ اُمت میں پیدا ہوں گے۔!!!

اگر ایسی کوئی حدیث کسی قادیانی کے پاس موجود ہے تو پیش کرے، ورنہ کفر وارتداد سے سچی اور واضح توبہ کر کے صحیح العقیدہ مسلمان ہو جائے۔

ختمِ نبوت کی احادیثِ صحیحہ پر قادیانیوں کے حملے اور اُن کا جواب

الحمد للّٰہ ربّ العالمین والصّلوٰۃ والسّلام علٰی محمد رسول اللّٰہ ﷺ آخر النبیین و رضي اللّٰہ عن أصحابہ أجمعین ومن تبعھم بإحسان إلٰی یوم الدین . أما بعد :

دنیاوی اُمور میں جھوٹ بولنا اور خیانت کرنا گناہِ کبیرہ ہے لیکن قرآن وحدیث پر جھوٹ بولنا اور خیانت کرنا جُرمِ عظیم اور کفر ہے۔

ارشادِ باری تعالیٰ ہے: ﴿إِنَّمَا يَفْتَرِى الْكَذِبَ الَّذِينَ لَا يُؤْمِنُونَ بِآيَاتِ اللّٰهِ ۚ وَأُولَٰئِكَ هُمُ الْكَاذِبُونَ﴾ جھوٹ تو صرف وہ لوگ بولتے ہیں جو اللہ کی آیات پر ایمان نہیں لاتے اور یہی لوگ جھوٹے ہیں۔ (النحل:۱۰۵)

ابوالعطاء اللہ دتا جالندھری قادیانی کی کتاب: ''القول المبین في تفسیر خاتم النبیین'' سے بیس (۲۰) خیانتیں باحوالہ اور ردّ پیشِ خدمت ہیں، یہ وہ خیانتیں ہیں جن کا جالندھری نے نبی ﷺ کی احادیث مبارکہ کے بارے میں ارتکاب کیا اور مسلمانوں کو دھوکا دینے کی کوشش کی تھی:

۱) سنن الترمذی (۲۲۷۲) اور مسند احمد (۳/۲۶۷ ح ۱۳۸۲۴) وغیرہما میں سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ((إنّ الرسالۃ والنبوۃ قد انقطعت فلا رسول بعدي ولا نبي .)) بے شک رسالت اور نبوت منقطع (یعنی ختم) ہوگئی، پس میرے بعد نہ کوئی رسول ہے اور نہ کوئی نبی۔ الخ

اس حدیث کے بارے میں امام ترمذی رحمہ اللہ نے فرمایا:

''ھذا حدیث صحیح غریب من ھذا الوجہ من حدیث المختار بن فلفل''

(قلمی نسخہ مصورہ ص ۱۴۹/ ب، تحفۃ الاحوذی ۳/۲۴۸)

حاکم اور ذہبی دونوں نے اس حدیث کو (امام) مسلم کی شرط پر صحیح قرار دیا۔

(دیکھئے المستدرک ۴/۳۹۱ ح ۸۱۷۸ وتلخیصہ)

ہمارے علم کے مطابق زمانۂ تدوینِ حدیث کے محدثین کرام میں سے کسی نے بھی اس حدیث کو ضعیف قرار نہیں دیا مگر اللہ دتا جالندھری نے اس پر جرح کرتے ہوئے لکھا ہے:

''جواب نمبر ا:۔ یہ روایت ضعیف ہے کیونکہ اس کے چاروں راوی (۱) حسن بن محمد عنبر (۲) عفان بن مسلم (۳) عبدالواحد بن زیاد (۴) المختار بن فلفل ضعیف ہیں۔ گویا سوائے حضرت انسؓ کے شروع سے لیکر آخر تک تمام سلسلۂ اسناد ضعیف راویوں پر مشتمل ہے۔

حسن بن محمد عنبر کے متعلق علامہ ذہبی لکھتے ہیں:۔

" ضعفه ابن قانع وقال الدارقطني تكلموا فيه "

(میزان الاعتدال زیر نام الحسن بن محمد بن عنبر جلد ۲ ص ۴۳ دار الفکر العربی)

یعنی ابن قانع کہتے ہیں کہ حسن بن محمد ضعیف تھا۔ دارقطنی کہتے ہیں کہ محدثین کے نزدیک اس راوی کی صحت کے بارے میں کلام ہے۔'' (القول المبین فی تفسیر خاتم النبیین ص ۵۶)

جواب الجواب: سنن الترمذی کی روایت میں حسن بن محمد بن عنبر نہیں بلکہ الحسن بن محمد الزعفرانی ہیں۔ (دیکھئے سنن الترمذی کے عام نسخے اور تحفۃ الاحوذی ۳/۲۲۸)

الحسن بن محمد بن الصباح الزعفرانی امام عفان بن مسلم کے شاگرد اور امام ترمذی کے استاذ تھے۔ دیکھئے تہذیب الکمال للمزی (۲/۱۶۴)

انھیں نسائی، ابن حبان، ابوالحسین ابن المنادی، ابن ابی حاتم الرازی اور ابن عبدالبر وغیرہم نے ثقہ قرار دیا اور حافظ ابن حجر العسقلانی نے کہا: ''ثقة'' (تقریب التہذیب: ۱۲۸۱)

حافظ ذہبی نے اُن کی بہت تعریف کی اور فرمایا: ''وكان مقدمًا في الفقه والحديث . ثقة جليلاً ... '' وہ فقہ وحدیث میں مقدّم (اور) جلیل القدر ثقہ تھے...

(سیر اعلام النبلاء ۱۲/۲۶۲۔۲۶۳)

ایسے ثقہ جلیل القدر امام کو قادیانی کا دوسرے راوی حسن بن محمد بن عنبر سے بدل کر ابن

عنبر پر جرح نقل کر دینا اُس کی بہت بڑی خیانت کی دلیل ہے۔

۲) امام ترمذی کے استاذ حسن بن محمد الزعفرانی رحمہ اللہ پر قادیانی کی جرح کا مطلب یہ ہے کہ اُس کے علاوہ کسی اور راوی نے اس حدیث کو بیان نہیں کیا تھا، حالانکہ یہی حدیث امام احمد بن حنبل اور الحسین بن الفضل دونوں نے عفان بن مسلم سے بیان کی ہے۔

دیکھئے مسند احمد (۳/۲۶۷، دوسرا نسخہ ۲۱/۳۲۶ ح ۱۳۸۲۴) اور اتحاف المہرہ لابن حجر (۲/۳۲۹ ح ۱۸۰۹، بحوالہ المستدرک للحاکم)

لہٰذا یہ جالندھری کی دوسری خیانت ہے۔

۳) جالندھری قادیانی نے اسی حدیث پر جرح کرتے ہوئے مزید لکھا ہے:

''اسی طرح دوسرے راوی عفان بن مسلم کے متعلق ابوخیثمہ کہتے ہیں ''انکرنا عفان'' (میزان الاعتدال زیر نام عفان بن مسلم ج ۴ ص ۱-۲ دارالفکر العربی) کہ ہم اس راوی کو قابل قبول نہیں سمجھتے۔'' (القول المبین ص ۵۶)

امام عفان کے بارے میں حافظ ذہبی نے میزان الاعتدال کے مذکورہ مقام پر لکھا ہے:

'' و قد قال أبو خيثمة :أنكرنا عفان قبل موته بأيام . قلت : هذا التغير هو من تغيّر مرض الموت و ما ضرّهُ لأنه ما حدّث فيه بخطأ . ''

ابوخیثمہ نے کہا: ہم نے عفان کی موت سے کچھ دن پہلے اُن پر انکار کیا۔ (یعنی اُن کی حالت کو بدلا ہوا پایا۔) میں (ذہبی) نے کہا: یہ تغیر (تبدیلی) مرضِ موت کا تغیر ہے، جس نے انھیں نقصان نہیں پہنچایا کیونکہ اس حالت میں انھوں نے کوئی غلط روایت بیان نہیں کی۔

(میزان الاعتدال ج ۳ ص ۸۲، دوسرا نسخہ ج ۵ ص ۱۰۴)

حافظ ذہبی نے تو امام عفان کا دفاع کیا کہ مرض الموت کی حالتِ تغیر میں اُنھوں نے کوئی غلط روایت بیان نہیں کی جبکہ قادیانی نے خیانت کرتے ہوئے میزان کے حوالے کو جرح میں بدل دیا اور کتر بیونت کرتے ہوئے آدھا حوالہ لکھ کر باقی سے آنکھیں بند کر لیں۔

امام عفان بن مسلم بن عبداللہ الصفار رحمہ اللہ کی بیان کردہ احادیث صحیح بخاری اور صحیح مسلم

میں موجود ہیں اور انھیں ابو حاتم الرازی، ابن سعد، ابن حبان اور یعقوب بن شیبہ وغیرہم نے ثقہ قرار دیا۔ دیکھئے تہذیب الکمال (۱۸۹/۵۔۱۹۰، مع الحواشی)

امام حسن بن محمد الزعفرانی نے امام احمد بن حنبل سے ایک حدیث کے بارے میں پوچھا: اس حدیث میں کس نے عفان کی متابعت کی ہے؟ تو امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ نے فرمایا: کیا عفان کو کسی متابعت کی ضرورت ہے؟ (تاریخ بغداد ۲۷۴/۱۲ ت ۶۷۱۵ وسندہ صحیح)

۴) جالندھری قادیانی نے لکھا ہے:

''تیسرے راوی عبدالواحد بن زیاد کے متعلق لکھا ہے'' قال یحیٰ لیس بشي ء '' (میزان الاعتدال جلد ۲ ص ۲۷۴ زیر نام عبدالواحد بن زیاد دار الفکر العربی) کہ یحیٰ کہتے ہیں کہ یہ راوی کسی کام کا نہیں ہے۔'' (القول المبین ص ۵۶)

عرض ہے کہ اسی مذکورہ مقام پر حافظ ذہبی نے لکھا ہے: ''و روی عثمان أیضًا عن یحیی: ثقة ''اور عثمان (بن سعید الدارمی) نے یحیٰ (بن معین) سے یہ بھی روایت کیا کہ (عبدالواحد بن زیاد) ثقہ ہیں۔ (میزان الاعتدال ج ۲ ص ۶۷۲، دوسرا نسخہ ج ۴ ص ۴۲۴)

اس توثیق کو قادیانی نے چھپا کر خیانت کا ارتکاب کیا ہے اور اُن لوگوں کی یاد تازہ کر دی ہے جنھیں بندر اور خنزیر بنا دیا گیا تھا۔

جب ایک ہی راوی کے بارے میں ایک ہی محدث سے جرح اور تعدیل ثابت ہو تو اس کے تین حل ہیں:

اول: جرح اور تعدیل باہم ٹکرا کر دونوں ساقط ہیں لہٰذا دوسرے محدثین کی طرف رجوع کیا جائے گا۔

دوم: جرح اور تعدیل میں سے جو بھی جمہور محدثین کی تحقیق اور گواہیوں کے موافق ہو گی اُسے قبول کیا جائے گا۔

سوم: خاص اور عام کی تفصیل تلاش کر کے تطبیق دی جائے گی۔

عبدالواحد بن زیاد البصری رحمہ اللہ صحیح بخاری اور صحیح مسلم وغیرہما کے راوی تھے اور

انھیں ابن سعد، ابوزرعہ الرازی، ابوحاتم الرازی اور ابن حبان وغیرہم جمہور محدثین نے ثقہ قرار دیا ہے لہٰذا اُن پر یہاں جرح باطل اور مردود ہے۔

۵) جالندھری قادیانی کی جرح سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ اس حدیث کو عبدالواحد بن زیاد کے علاوہ کسی دوسرے راوی نے مختار بن فلفل سے بیان نہیں کیا تھا، حالانکہ یہی حدیث اس مفہوم اور الفاظ کے معمولی اختلاف کے ساتھ امام عبداللہ بن ادریس رحمہ اللہ نے بھی مختار بن فلفل سے بیان کی ہے۔ دیکھئے مصنف ابن ابی شیبہ (۱۱/۵۳ ح ۳۰۴۴۸، دوسرا نسخہ ۱۰/۳۲۲ ح ۳۰۹۷۵، عوامہ والا نسخہ ۱۶/۲۸۔۲۹ ح ۳۱۰۹۷) مسند ابی یعلیٰ (۷/۳۸ ح ۳۹۴۷) الامالی لابن بشران (۲۲۳ یا ۲۲۴)

صحیحین کے بنیادی راوی امام عبداللہ بن ادریس بن یزید بن عبدالرحمٰن الاودی الکوفی کے بارے میں حافظ ابن حجر نے فرمایا: ''ثقۃ فقیہ عابد'' (تقریب التہذیب: ۳۲۰۷)

معلوم ہوا کہ عبدالواحد بن زیاد پر اس روایت میں اعتراض کرنا سرے سے باطل اور خیانت ہے۔

٦) مختار بن فلفل القرشی المخزومی رحمہ اللہ (ثقہ تابعی) کے بارے میں جالندھری نے لکھا ہے:

''اسی طرح چوتھے راوی مختار بن فلفل کے متعلق لکھا ہے 'یخطیٔ کثیراً تکلم فیہ سلیمان فعدّہٗ وفی روایات المناکیر عن انسٍ' (تہذیب التہذیب جلد ۱۰ ص ۶۲ زیر نام مختار بن فلفل طبعہ عبدالتواب اکیڈمی ملتان) کہ یہ راوی روایات میں اکثر غلطی کرتا تھا۔ سلیمان نے کہا ہے کہ یہ راوی حضرت انسؓ سے نا قابل قبول روایات بیان کرنے والوں میں سے ہے۔ چنانچہ روایت زیر بحث بھی اس راوی نے انسؓ سے ہی روایت کی ہے لہٰذا محدثین کے نزدیک یہ روایت قابل انکار ہے اور حجت نہیں۔'' (القول المبین ص ۵۶۔۵۷)

الجواب: مختار بن فلفل رحمہ اللہ کو جمہور محدثین نے ثقہ وصدوق قرار دیا، جس کی تفصیل درج ذیل ہے:

۱: ابوخالد الدقاق یزید بن الہیثم بن طہمان البادی نے کہا: "سمعت يحيى و ذكر له حديث المختار بن فلفل الذي يروى عن أنس بن مالك في النبيذ فقال: مختار ثقة." "میں نے یحییٰ (بن معین) سے سنا، اور اُن کے سامنے مختار بن فلفل کی حدیث کا ذکر کیا گیا، جو وہ انس بن مالک (رضی اللہ عنہ) سے نبیذ کے بارے میں روایت کرتے تھے، تو انھوں نے فرمایا: مختار ثقہ ہیں۔ (کلام یحییٰ بن معین فی الرجال، روایۃ الدقاق: ۲۹)

اور امام یحییٰ بن معین نے فرمایا: مختار بن فلفل ثقہ ہیں۔

(کتاب الجرح والتعدیل لابن ابی حاتم ۸/۳۱۰ وسندہ صحیح)

۲: امام احمد بن حنبل نے مختار بن فلفل کے بارے میں فرمایا: "لا أعلم به بأسًا، لا أعلم إلا خيرًا ..." "میرے علم کے مطابق اُس (کی روایت) میں کوئی حرج نہیں ہے، میں اُس کے بارے میں صرف خیر ہی جانتا ہوں..."

(کتاب العلل ومعرفۃ الرجال ج ۲ ص ۵۰۴ فقرہ: ۳۳۲۱)

۳: امام عبداللہ بن ادریس الکوفی نے فرمایا: "سمعت مختار بن فلفل و كان من خيار المسلمين يحدثنا و عيناه تهملان." "میں نے مختار بن فلفل سے سنا، اور وہ بہترین مسلمانوں میں سے تھے، وہ ہمیں حدیث سناتے اور اُن کی آنکھوں سے آنسو بہہ رہے ہوتے تھے۔ (کتاب العلل ومعرفۃ الرجال ج ۳ ص ۵۰۲ فقرہ: ۶۱۵۸ وسندہ حسن)

۴: امام ابوالحسن العجلی نے فرمایا: "كوفي تابعي ثقة"

(معرفۃ الثقات / التاریخ ۲/۲۶۷ ت ۱۶۹۳)

۵: امام یعقوب بن سفیان الفارسی نے مختار بن فلفل کے بارے میں فرمایا:

"وهو ثقة كوفي" (کتاب المعرفۃ والتاریخ ۳/۱۵۱)

۶: محمد بن عبداللہ بن عمار الموصلی نے فرمایا: "المختار بن فلفل ثقة، روى عنه الخلق" (تاریخ دمشق لابن عساکر ج ۶۰ ص ۱۳۶، وسندہ صحیح)

۷: حافظ ابوحفص عمر بن شاہین نے کہا: "والمختار بن فلفل الذي يروي عن

أنـس بـن مـالك ثقة ''اور مختار بن فلفل جوانس بن مالک سے روایت کرتے تھے، ثقہ ہیں۔ (تاریخ اسماء الثقات: ۱۳۹۵)

۸: مختار بن فلفل کی سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت کے بارے میں امام ترمذی نے فرمایا: ''هذا حديث حسن صحيح''

(ح ۳۳۵۲، کتاب تفسیر القرآن باب ومن سورۃ: لم یکن)

۹: ابو محمد حسین بن مسعود البغوی نے مختار کی انس رضی اللہ عنہ سے روایت کے بارے میں کہا: ''هذا حديث صحيح'' (شرح السنہ ۳/۵۰ ح ۵۷۹)

نیز دیکھئے الانوار فی شمائل النبی المختار للبغوی (۶۵)

۱۰: سیدنا انس رضی اللہ عنہ سے مختار کی روایت کے بارے میں حاکم نیشاپوری نے فرمایا: ''هذا حديث صحيح الإسناد ولم يخرجاه'' (المستدرک ۲/۷۷ ح ۴۳۶۰)

۱۱: حافظ ذہبی نے مختار بن فلفل کی سیدنا انس رضی اللہ عنہ سے روایت کو ''صحیح'' کہا۔

(تلخیص المستدرک ۲/۷۷ ح ۴۳۶۰)

اور فرمایا: ''ثقة'' (الکاشف ۳/۱۱۲ ت ۵۴۲۸)

۱۲: امام ابن خزیمہ نے مختار عن انس کی روایات کو صحیح ابن خزیمہ میں بیان کر کے کوئی جرح نہیں کی لہٰذا ابن خزیمہ کے نزدیک انس رضی اللہ عنہ سے مختار بن فلفل کی روایات صحیح ہیں۔

دیکھئے صحیح ابن خزیمہ (۱۶۰۲، ۱۷۱۵، ۱۷۱۶...)

۱۳: ابو عوانہ الاسفرائنی نے مختار بن فلفل سے صحیح ابی عوانہ میں روایات بیان کیں۔ مثلاً دیکھئے ج ۱ ص ۸۲ (ح ۱۷۸) ج ۱ ص ۱۰۹ (ح ۲۴۲) ج ۱ ص ۱۵۸ (ح ۳۱۲)...

۱۴: حافظ ضیاء المقدسی نے اپنی مشہور کتاب المختارہ میں مختار بن فلفل کی روایات درج کیں اور کوئی جرح نہیں کی، جو اُن کی طرف سے مختار کی توثیق ہے۔

دیکھئے الاحادیث المختارہ (ج ۷ ص ۲۰۴۔۲۰۶۔ ح ۲۶۴۱۔۲۶۴۵)

۱۵: امام مسلم نے مختار بن فلفل کی سیدنا انس رضی اللہ عنہ سے بہت سی روایتوں کو صحیح مسلم میں

درج کیا یعنی انھیں صحیح قرار دیا۔

دیکھئے صحیح مسلم (ح ۱۳۶۲[ترقیم دارالسلام: ۳۵۱][۱۹۶][۴۸۳][۴۰۰][۸۹۴]...)

۱۶: حافظ ابن الملقن نے مختار عن انس والی روایت کے بارے میں کہا: ''هذا الحديث صحيح .. '' (البدر المنیر ج ۴ ص ۲۹۲)

۱۷: قاری ابوالخیر محمد بن محمد الدمشقی عرف ابن الجزری نے اپنی سند سے المختار بن فلفل عن انس بن مالک رضی اللہ عنہ والی روایت بیان کر کے فرمایا: ''هذا حديث صحيح ... ''

(النشر فی القراءات العشر ج ۱ ص ۱۹۶ طبع دارالکتاب العربی، بیروت لبنان)

۱۸: احمد بن ابی بکر بن اسماعیل البوصیری (متوفی ۸۴۰ھ) نے مختار عن انس والی روایت کے بارے میں کہا: ''هذا إسناد صحيح '' (اتحاف الخیرۃ المہرۃ ج ۵ ص ۴۳۸ ح ۵۱۱۹)

۱۹: حافظ ابن حبان نے مختار عن انس والی روایات کو اپنی کتاب صحیح ابن حبان میں درج کر کے زبانِ عمل سے مختار کو ثقہ اور صحیح الحدیث قرار دیا۔

دیکھئے الاحسان (۶۲۱۰[دوسرا نسخہ: ۶۲۴۳][۶۴۴۷][۶۴۸۱])

معلوم ہوا کہ حافظ ابن حبان کی جرح منسوخ یا ساقط ہے، جیسا کہ آگے آ رہا ہے۔ ان شاء اللہ

۲۰: مختار بن فلفل نے سیدنا انس رضی اللہ عنہ سے ایک روایت بیان کی، جس کے بارے میں حافظ ابن حجر نے فرمایا: ''أخرجه ابن أبي شيبة بسند صحيح ''

اسے ابن ابی شیبہ نے صحیح سند سے روایت کیا ہے۔

(فتح الباری ج ۱۰ ص ۴۸ تحت ح ۵۵۸۸۔ ۵۵۸۹ باب ما جاء فی أن الخمر ما خامر العقل من الشراب)

اس عظیم الشان توثیق کے مقابلے میں بعض کی جرح کا جائزہ درج ذیل ہے:

☆ حافظ ابن حبان کا ''يخطئ كثيراً '' کہنا خود ان کی توثیق اور تصحیح سے معارض ہونے کی وجہ سے ساقط یا منسوخ ہے۔

☆ حافظ ابن حجر کا ''صدوق له أوهام '' کہنا شدید جرح نہیں بلکہ ایسا راوی اُن کے

نزدیک حسن الحدیث ہوتا ہے اور دوسرے یہ کہ اُن کی جرح خود اُن کی تصحیح سے معارض ہو کر ساقط ہے۔

فائدہ: جب ایک عالم کے دو متضاد اقوال ہوں اور اُن میں تطبیق وتوفیق ممکن نہ ہو تو دونوں ساقط ہو جاتے ہیں۔

دیکھئے میزان الاعتدال (ج ۲ ص ۵۵۲ ترجمۃ: عبدالرحمٰن بن ثابت بن الصامت)

☆ ابوالفضل السلیمانی کی جرح دو وجہ سے مردود ہے:

اول: یہ جمہور کی توثیق وتصحیح اور توثیقِ خاص کے خلاف ہے۔

دوم: حافظ ابن حجر سے سلیمانی تک صحیح متصل سند نامعلوم ہے۔

خلاصہ یہ کہ مختار بن فلفل ثقہ وصدوق تھے اور سیدنا انس رضی اللہ عنہ سے اُن کی بیان کردہ حدیث صحیح ہوتی ہے لہٰذا اُن پر قادیانیوں کی جرح مردود ہے۔

اس تفصیل سے معلوم ہوا کہ صرف ایک حدیث پر جرح کرنے میں اللہ دتا جالندھری قادیانی نے چھ (٦) خیانتیں کی ہیں۔

۷) امام بخاری اور امام مسلم نے عبداللہ بن دینار عن ابی صالح عن ابی ہریرہ رضی اللہ عنہ کی سند سے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ((إن مثلي و مثل الأنبياء من قبلي كمثل رجل بنى بيتًا فأحسنه و أجمله إلا موضع لبنة من زاوية فجعل الناس يطوفون به و يعجبون له ويقولون :هلا و ضعت هذه اللبنة ؟)) قال: ((فأنا اللبنة و أنا خاتم النبيين .)) میری اور مجھ سے پہلے انبیاء کی مثال اُس آدمی کی طرح ہے جو حسین وجمیل گھر بنائے، سوائے ایک طرف کی ایک اینٹ کے، پھر لوگ اس کے ارد گرد پھریں اور تعجب کرتے ہوئے کہیں: یہ اینٹ کیوں نہیں رکھی گئی؟

آپ نے فرمایا: پس میں وہ اینٹ ہوں اور میں خاتم النبیین (آخری نبی) ہوں۔

(صحیح بخاری: ۳۵۳۵، صحیح مسلم: ۲۲/۲۲۸٦، دارالسلام: ۵۹٦۱)

اسی صحیح حدیث پر جرح کرتے ہوئے اللہ دتا جالندھری نے لکھا ہے:

''اس حدیث کے دوسرے طریقہ میں عبداللہ بن دینار، مولیٰ عمر، اور ابوصالح الخوزی ضعیف ہیں۔ عبداللہ بن دینار کی روایت کو عُقیلی نے مخدوش قرار دیا ہے۔ (تہذیب التہذیب جلد ۵ ص ۱۷۷، طبعہ عبدالتواب اکیڈمی ملتان) اور ابوصالح الخوزی کو ابن معین ضعیف قرار دیتے ہیں۔ (تہذیب التہذیب جلد ۱۲ ص ۱۴۵ طبعہ عبدالتواب اکیڈمی ملتان و میزان الاعتدال جلد ۳ ص ۳۶۵ مطبع حیدر آباد)'' (القول المبین ص ۵۳-۵۴)

عبداللہ بن دینار مذکور کو امام احمد بن حنبل، ابن معین، ابو زرعہ الرازی، ابو حاتم الرازی، محمد بن سعد اور عجلی وغیرہم نے ثقہ کہا۔

(تہذیب التہذیب ج ۵ ص ۱۷۷، دوسرا نسخہ ج ۵ ص ۲۰۲)

ان جمہور محدثین کے مقابلے میں محدث عقیلی کی جرح مردود ہے۔

حافظ ذہبی نے عبداللہ بن دینار کے بارے میں فرمایا: ''أحد الأئمة الأثبات''

وہ ثقہ اماموں میں سے ایک تھے۔ (میزان الاعتدال ج ۲ ص ۴۱۷)

حافظ ذہبی نے ''صح'' کے ساتھ اپنے نزدیک اُن کی توثیق کو راجح اور جرح کو مردود قرار دے کر فرمایا: ''فلا يلتفت إلى فعل العقيلي فإن عبد الله حجة بالإجماع ...''

پس عقیلی کی حرکت کی طرف توجہ نہیں کرنی چاہئے کیونکہ عبداللہ بالاجماع (روایتِ حدیث میں) حجت ہیں۔ (میزان الاعتدال ج ۲ ص ۴۱۷ ت ۴۲۹۷)

۸) ابوصالح کے بارے میں قادیانی نے عجیب حرکت کی۔ سنن ترمذی اور سنن ابن ماجہ وغیرہما کے ایک ضعیف راوی ابوصالح الخوزی پر جرح نقل کر دی، حالانکہ ہماری بیان کردہ حدیث میں الخوزی راوی نہیں بلکہ ابوصالح السمان ہیں۔

دیکھئے صحیح مسلم (ترقیم دارالسلام: ۵۹۶۱) اور مسند الامام احمد (ج ۲ ص ۳۹۸ ح ۹۱۶۷)

ابوصالح السمان ذکوان الزیات ثقہ ثبت تھے۔ دیکھئے تقریب التہذیب (۱۸۴۱)

ثقہ راوی کو ضعیف سے بدل دینا بہت بڑی خیانت ہے اور یہ بھی یاد رہے کہ سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے یہ روایت ابوصالح کے علاوہ دوسرے راویوں نے بھی بیان کی ہے۔ مثلاً:

(۱) ہمام بن منبہ (الصحیفۃ الصحیحۃ لھمام بن منبہ:۲، صحیح مسلم، دارالسلام:۵۹۶۰)

(۲) عبدالرحمٰن بن ہرمز الاعرج (صحیح مسلم:۲۲۸۶، مسند الحمیدی بتحقیقی:۱۰۴۳، مسند احمد ۲/۲۴۴)

(۳) موسیٰ بن یسار (مسند احمد ۲/۲۵۶ وسندہ صحیح)

یاد رہے کہ یہی حدیث اس مفہوم کے ساتھ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے علاوہ درج ذیل صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین نے بھی بیان کی ہے:

(۱) سیدنا ابوسعید الخدری رضی اللہ عنہ

(۲) سیدنا جابر رضی اللہ عنہ

اس حدیث میں ذکر کردہ مثال کا یہ مطلب ہے کہ سیدنا محمد رسول اللہ ﷺ آخری نبی ہیں اور آپ کے بعد کوئی نبی پیدا نہیں ہوگا لہٰذا اس حدیث میں آپ کی ہتک نہیں بلکہ عزت اور شان ہے۔

۹) سیدنا جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: ((و أنا العاقب)) اور میں عاقب (سب کے اخیر میں آنے والا) ہوں۔

(صحیح بخاری:۳۵۳۲، ۴۸۹۶، صحیح مسلم:۲۳۵۴)

اس حدیث کے راوی امام معمر بن راشد نے فرمایا کہ میں نے (امام) زہری سے پوچھا: العاقب کسے کہتے ہیں؟ اُنھوں نے فرمایا: ''الذي ليس بعده نبي'' جس کے بعد کوئی نبی نہ ہو۔ (صحیح مسلم ترقیم دارالسلام:۶۱۰۷)

اس حدیث پر جرح کرتے ہوئے قادیانی نے لکھا ہے:

''یہ روایت قابل حجت نہیں۔ کیونکہ اس کا ایک راوی سفیان بن عیینہ ہے جس نے یہ روایت زہری سے لی ہے۔ سفیان بن عیینہ کے متعلق لکھا ہے:۔

" كان يدلس قال احمد يخطئ في نحو من عشرين حديثاً عن الزهری عن يحيیٰ بن سعيد القطان قال اشهد ان سفيان بن عيينه اختلط سنة سبع و تسعين و مائة فمن سمع منه فيها فسماعه لاشئ "

(میزان الاعتدال جلد۲ص ۱۷۰، زیر نام سفیان بن عیینہ دارالفکر العربی)

یعنی یہ راوی تدلیس کیا کرتا تھا۔ امام احمد کہتے ہیں کہ زہری سے قریباً بیس روایات میں اس نے غلطی کی (یہ عاقب والی روایت بھی اس نے زہری سے لی ہے) یحییٰ بن سعید کہتے ہیں کہ میں شہادت دیتا ہوں کہ سفیان بن عیینہ کے حواس ۱۹۷ھ میں بجا نہ رہے تھے۔ پس جس نے اس سال (یا اس کے بعد) اس سے روایت لی ہے وہ بے حقیقت ہے"

(القول المبین ص ۵۷۔۵۸)

عرض ہے کہ مسند الحمیدی (بتحقیقی: ۵۵۵) وغیرہ میں سفیان بن عیینہ رحمہ اللہ کے سماع کی تصریح موجود ہے لہٰذا یہاں تدلیس کا اعتراض باطل ہے۔

حافظ ذہبی نے بتایا کہ غالب ظن یہ ہے کہ کتب ستہ کے مصنفین کے اساتذہ نے سفیان بن عیینہ سے ۱۹۷ھ سے پہلے احادیث سنی تھیں۔ دیکھئے میزان الاعتدال (۱۷۱/۲)

یعنی زہیر بن حرب، اسحاق بن ابراہیم عرف ابن راہویہ اور حمیدی وغیرہم کا سفیان بن عیینہ سے سماع اختلاط سے پہلے کا ہے لہٰذا یہاں اختلاط کا الزام مردود ہے۔

امام سفیان بن عیینہ کے علاوہ یہی حدیث درج ذیل راویوں نے بھی امام زہری سے سنی ہے:

(۱) شعیب بن ابی حمزہ (صحیح بخاری: ۴۸۹۶)

(۲) مالک بن انس (صحیح مسلم: ۳۵۳۲)

(۳) معمر بن راشد (صحیح مسلم، دارالسلام: ۶۱۰۷)

(۴) یونس بن یزید الایلی (صحیح مسلم، دارالسلام ۶۱۰۶) وغیرہم

لہٰذا امام سفیان بن عیینہ پر قادیانی کا اعتراض سرے سے مردود بلکہ خیانت ہے۔

۱۰) اللہ دتا جالندھری قادیانی نے لکھا ہے:

"اس روایت کے دوسرے راوی زہری کے متعلق بھی لکھا ہے" کان یدلس فی النادر"

(میزان الاعتدال جلد۳ زیر نام محمد بن مسلم الزہری دارالفکر العربی وانوار محمدی جلد۲ص ۴۴۸)

کہ راوی کبھی کبھی تدلیس بھی کرتا تھا۔ پس اس روایت میں بھی اس راوی نے از راہ تدلیس" والعاقب الذی لیس بعدہ نبیٌ" کے الفاظ بڑھادئے۔"

(القول المبین ص ۵۸)

عرض ہے کہ صحیح بخاری میں امام ابن شہاب الزہری کی اس حدیث میں سماع کی تصریح موجود ہے۔ (کتاب التفسیر، سورۃ الصف ح ۴۸۹۶)

لہذا یہاں تدلیس کا اعتراض مردود ہے۔

دوسرے یہ کہ" والعاقب الذی لیس بعدہ نبیٌ" یعنی العاقب اسے کہتے ہیں جس کے بعد کوئی نبی نہ ہو، کے الفاظ امام زہری نے ایک سوال کے جواب میں حدیث کی تشریح کے طور پر فرمائے تھے اور راویٔ حدیث کی تشریح بعد میں آنے والے تمام لوگوں کے مقابلے میں راجح ہے بلکہ یہ تشریح قرآن و حدیث کی موافقت اور سلف صالحین کے متفقہ فہم ہونے کی وجہ سے حجت ہے۔

۱۱) ایک حدیث میں آیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ((أنا آخر الأنبیاء و أنتم آخر الأمم .)) میں آخری نبی ہوں اور تم آخری اُمت ہو۔

اس حدیث کو سنن ابن ماجہ سے نقل کر کے قادیانی نے دو راویوں عبدالرحمٰن بن محمد المحاربی اور اسماعیل بن رافع ابو رافع پر جرح کی ہے۔ دیکھئے القول المبین (ص ۵۹)

عرض ہے کہ امام ابو بکر احمد بن عمرو بن ابی عاصم رحمہ اللہ (متوفی ۲۸۷ھ) نے فرمایا:

" حدثنا أبو عمیر :ثنا ضمرۃ عن یحی بن أبي عمرو السیباني عن عمرو بن عبداللّٰہ الحضرمي عن أبي أمامۃ الباھلي قال :خطبنا رسول اللّٰہ ﷺ ذات یوم ... ((و أنا آخر الأنبیاء و أنتم آخر الأمم ..)) "ہمیں ابو عمیر (عیسیٰ بن محمد بن اسحاق النحاس الرملی) نے حدیث بیان کی، انھوں نے ضمرہ (بن ربیعہ) سے، انھوں نے یحییٰ بن ابی عمرو السیبانی سے، انھوں نے عمرو بن عبداللہ الحضرمی سے، انھوں نے ابو امامہ الباھلی (رضی اللہ عنہ) سے، انھوں نے فرمایا: ایک دن رسول اللہ ﷺ نے ہمیں خطبہ

دیا...آپ نے فرمایا: اور میں آخری نبی ہوں اور تم آخری اُمت ہو۔

(کتاب السنہ لابن ابی عاصم: ۳۹۱ وسندہ صحیح، دوسرا نسخہ: ۴۰۰)

اس حدیث کی سند حسن لذاتہ ہے اور راویوں کا مختصر تذکرہ درج ذیل ہے:

(۱) ابوعمیر الحارث: **ثقة فاضل** (تقریب التہذیب: ۵۳۲۱)

(۲) ضمرہ بن ربیعہ کو امام ابن معین اور جمہور محدثین کرام نے ثقہ وصدوق قرار دیا لہٰذا وہ حسن الحدیث تھے۔

(۳) یحییٰ بن ابی عمرو السیبانی: **ثقة إلخ** (تقریب التہذیب: ۷۶۱۶)

(۴) عمرو بن عبداللہ کو امام عجلی اور حافظ ابن حبان وغیرہما نے ثقہ اور صحیح الحدیث قرار دیا ہے لہٰذا وہ ثقہ تھے۔

(۵) ابوامامہ رضی اللہ عنہ مشہور صحابی تھے۔

ہماری اس روایت میں وہ راوی ہی نہیں جن پر قادیانی نے جرح کر رکھی ہے لہٰذا یہ جرح مردود ہے۔

۱۲) ابوالزناد عبداللہ بن ذکوان القرشی المدنی رحمہ اللہ (تبع تابعی) کو امام احمد بن حنبل، یحییٰ بن معین اور ابوحاتم الرازی وغیرہم نے ثقہ کہا بلکہ امام سفیان بن عیینہ رحمہ اللہ انھیں "**أمیر المؤمنین فی الحدیث**" کہتے تھے۔

(کتاب الجرح والتعدیل لابن ابی حاتم ۵/۴۹ وسندہ حسن)

امام ربیعہ نے امام ابوالزناد پر ذاتی دشمنی کی وجہ سے جرح کی تھی، جسے قادیانی نے درج ذیل الفاظ میں نقل کیا ہے:

"ابوالزناد کے متعلق ربیعہ کا قول ہے کہ '**لیس بثقةٍ ولا رضیً**' (میزان الاعتدال جلد ۲ص ۱۳۲ زیر نام عبداللہ بن ذکوان دارالفکر العربی) کہ یہ راوی نہ ثقہ ہے اور نہ پسندیدہ۔ پس یہ روایت قابل استناد نہیں رہی۔" (القول المبین ص ۶۷)

عرض ہے کہ میزان الاعتدال کے اسی مقام پر ربیعہ رحمہ اللہ کے مذکورہ قول کے فوراً

بعد حافظ ذہبی نے لکھا ہے: "قلت : لا يُسمع قول ربيعة فيه فإنه كان بينهما عداوة ظاهرة . " میں نے کہا: اُن کے بارے میں ربیعہ کا قول قابلِ سماعت نہیں کیونکہ دونوں کے درمیان واضح دشمنی تھی۔ (میزان الاعتدال ج ۲ ص ۴۱۸ ت ۴۳۰۱، دوسرا نسخہ ج ۴ ص ۹۵)

مذکورہ مقام پر حافظ ذہبی کے ضروری تبصرے کو چھپانا خیانت اور ایک دو کے شاذ اقوال کو جمہور کے مقابلے میں پیش کرنا باطل و مردود ہے۔

۱۳) سیدنا ثوبان رضی اللہ عنہ کی بیان کردہ ایک صحیح حدیث میں آیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ((لا تقوم الساعة حتى تلحق قبائل من أمتي بالمشركين و حتى يعبدوا الأوثان و إنه سيكون في أمتي ثلاثون كذابون كلهم يزعم أنه نبي و أنا خاتم النبيين لا نبي بعدي .)) قیامت اُس وقت تک قائم نہیں ہوگی جب تک میری اُمت کے کچھ قبائل مشرکوں کے ساتھ مل نہ جائیں اور حتیٰ کہ وہ اَوثان (بتوں) کی عبادت کریں گے۔

اور میری اُمت میں تیس (۳۰) کذاب ہوں گے جن میں سے ہر ایک یہ دعویٰ کرے گا کہ وہ نبی ہے اور (یاد رکھو) میں خاتم النبیین ہوں میرے بعد کوئی نبی نہیں ہے۔

(سنن الترمذی کتاب الفتن باب ماجاء لاتقوم الساعۃ حتی یخرج کذابون ح ۲۲۱۹ وقال: ھذا حدیث صحیح)

اس حدیث کو حافظ ابن حبان نے اپنی صحیح میں درج کیا ہے یعنی اسے صحیح قرار دیا ہے۔

(الاحسان فی تقریب صحیح ابن حبان: ۷۱۹۴، دوسرا نسخہ: ۷۲۳۸)

اس صحیح حدیث پر جرح کرتے ہوئے اللہ دتا قادیانی نے لکھا ہے:

"(ب) تیس دجالوں والی حدیث کو ترمذی نے جس طریقہ سے نقل کیا ہے اس کو اسناد میں ابوقلابہ اور ثوبان دو راوی ناقابلِ اعتبار ہیں ابوقلابہ کے متعلق تو لکھا ہے کہ ليس ابو قلابة من فقهاء التابعين وهو عند الناس معدودٌ فى البله انه مدلّسٌ عمن لحقهم و عمن لم يلحقهم " (میزان الاعتدال زیر نام عبداللہ بن زید بن عمرو الجرمی البصری دارالفکر العربی۔ نیز تہذیب التہذیب جلد ۵ ص ۱۹۹ عبدالتواب اکیڈمی ملتان) کہ ابوقلابہ

فقہاء میں سے نہ تھا بلکہ وہ ابلہ مشہور تھا اور جو اسے ملا اس کے بارے میں جو اسے نہیں ملا اس کے بارے میں وہ تدلیس کیا کرتا تھا۔" (القول المبین ص ٦٧)

امام ابو قلابہ عبداللہ بن زید الجرمی کو ابن سعد، عجلی اور ابن حبان (ذکرہ فی کتاب الثقات ٢/٥) وغیرہم نے ثقہ قرار دیا بلکہ حافظ ابن عبدالبر نے فرمایا: " اجمعوا علی أنه من ثقات العلماء " اس پر اجماع ہے کہ وہ ثقہ علماء میں سے ہیں۔ (کتاب الاستغناء فی معرفۃ المشہورین من حملۃ العلم بالکنی لابن عبدالبر ٢/٨٩٥۔٨٩٦ ت ١٠٦٣، واللفظ لہ، کتاب الاستغناء فی اسماء المشہورین بالکنی من حملۃ الحدیث، تالیف ابن عبدالبر تلخیص محمد بن ابی الفتح البعلی، مصورہ من المخطوط ص ٩٣)

اس اجماع کے مقابلے میں ابن التین شارح البخاری (متوفی ٦١١ھ) نے بغیر سند کے اپنی وفات سے دوسو آٹھ (٢٠٨) سال پہلے فوت ہو جانے والے ابوالحسن علی بن محمد القابسی (متوفی ٤٠٣ھ) سے جو جرح (بلکہ وہ ابلہ مشہور تھا) نقل کی ہے، دو وجہ سے مردود ہے:

اول: یہ بے سند ہونے کی وجہ سے ثابت نہیں ہے لہٰذا مردود ہے۔

دوم: امام ابو قلابہ کے شاگرد رشید امام ایوب السختیانی رحمہ اللہ نے فرمایا:

" كان والله أبو قلابة من الفقهاء ذوی الألباب . "

اللہ کی قسم! ابو قلابہ عقل مند فقہاء میں سے تھے۔ (کتاب الجرح والتعدیل ٥/٥٨ وسندہ صحیح)

تنبیہ: ابن التین کی مذکورہ بے سند جرح میزان الاعتدال میں نہیں ملی لہٰذا اس سلسلے میں میزان کا حوالہ وہم وغلط ہے۔

رہا ابو قلابہ کی روایت پر حافظ ذہبی کی طرف سے تدلیس کا اعتراض تو یہ دو وجہ سے مردود ہے:

اول: حافظ ذہبی سے زیادہ بڑے امام اور متقدم محدث ابو حاتم الرازی نے ابو قلابہ کے بارے میں فرمایا: "لا يعرف له تدليس " اور اُن کا تدلیس کرنا معروف (معلوم) نہیں ہے۔ (کتاب الجرح والتعدیل ٥/٥٨)

دوم: حافظ ذہبی کا یہ کہنا کہ " إلا أنه يدلس عمن لحقهم و عمن لم يلحقهم ... "

مگر وہ تدلیس کرتے تھے اُن سے جن سے اُن کی ملاقات ہوئی تھی اور اُن سے (بھی تدلیس کرتے تھے) جن سے ملاقات نہیں ہوئی... (میزان الاعتدال ۲/۴۲۶)

اس بات کی دلیل ہے کہ حافظ ذہبی تدلیس اور ارسال میں کوئی فرق نہیں کرتے تھے اور یہ اصولِ حدیث کے عام طالب علموں کو بھی معلوم ہے کہ تدلیس اور ارسال میں فرق ہے۔ جن سے ملاقات نہ ہو، اُن سے روایت مرسل ہوتی ہے، نہ کہ تدلیس والی روایت لہٰذا حافظ ذہبی کا ابوقلابہ رحمہ اللہ پر تدلیس کا الزام غلط ہے۔

تنبیہ: سیدنا ثوبان رضی اللہ عنہ پر جرح کا جواب متصل بعد آ رہا ہے۔ دیکھئے فقرہ نمبر ۱۴

۱۴) اللہ دتا قادیانی نے سیدنا ثوبان رضی اللہ عنہ مولیٰ رسول اللہ ﷺ پر جرح کرتے ہوئے لکھا ہے: ''اسی طرح ثوبان کے متعلق ازدی کا قول ہے کہ ''یتکلمون فیہ'' (میزان الاعتدال جلد ا ص ۳۷۴ زیر نام ثوبان دار الفکر العربی) کہ اس راوی کی صحت میں اہل علم کو کلام ہے۔'' (القول المبین ص ۶۷)

عرض ہے کہ جس ثوبان پر بقول ازدی (اہلِ علم کو) کلام ہے، اس کا نام ثوبان بن سعید ہے جس سے ابوحاتم الرازی نے عبادان (ایک شہر) میں ۲۴۵ھ میں حدیثیں لکھی تھیں اور ابوزرعہ (الرازی) نے فرمایا: ''لا باس بہ'' اس کے ساتھ کوئی حرج نہیں ہے۔

دیکھئے لسان المیزان (ج ۲ ص ۸۵) اور کتاب الجرح والتعدیل (ج ۲ ص ۴۷۰)

ابوزرعہ الرازی کے مقابلے میں ازدی (بذاتِ خود ضعیف و مجروح) کی جرح مردود ہے، تاہم عرض ہے کہ سنن ترمذی وغیرہ میں ثوبان (رضی اللہ عنہ) سے اس حدیث کے راوی ابواسماء عمرو بن مرثد الرحبی ہیں جو عبدالملک (بن مروان) کی حکومت کے زمانے میں فوت ہو گئے تھے۔ (دیکھئے تقریب التہذیب: ۵۱۰۹)

عبدالملک بن مروان بن الحکم الاموی ۸۶ ہجری میں مرا تھا، تو کیا قادیانی علم الکلام کے مطابق ابواسماء الرحبی اپنی وفات کے بعد دوبارہ زندہ ہو کر تیسری صدی ہجری یعنی ۲۴۵ھ میں ایک محدث کے پاس پڑھنے کے لئے آ گئے تھے؟!

حدیثِ مذکور میں ازدی والا ثوبان بن سعید راوی نہیں بلکہ ۵۴ ہجری میں فوت ہونے والے مشہور صحابی سیدنا ثوبان بن بُجدُد الہاشمی رضی اللہ عنہ مولیٰ رسول اللہ ﷺ ہیں، جیسا کہ تہذیب الکمال اور کتب الاطراف وغیرہ سے صاف ظاہر ہے۔

تنبیہ: سیدنا ثوبان رضی اللہ عنہ پر عبدالرحمٰن خادم قادیانی نے بھی اللہ دتا والی جرح کی ہے کہ ''ازدی کا قول ہے.... اس راوی کی صحت میں کلام ہے۔'' (پاکٹ بک ص ۳۱۲)

یہ اس بات کی دلیل ہے کہ علم اسماء الرجال اور علمِ حدیث سے قادیانی حضرات بالکل کورے اور جاہل ہیں بلکہ صحابۂ کرام پر حملہ کرنے سے بھی نہیں چُوکتے، مثلاً مرزا غلام احمد قادیانی نے سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کے بارے میں لکھا ہے:

''اور معلوم ہوتا ہے کہ بعض ایک دو کم سمجھ صحابہ کو جن کی درائیت عمدہ نہیں تھی۔ عیسائیوں کے اقوال سُن کر جو ارد گرد رہتے تھے۔ پہلے کچھ یہ خیال تھا کہ عیسیٰ آسمان پر زندہ ہے جیسا کہ ابوہریرہ جو غبی تھا اور درایت اچھی نہیں رکھتا تھا لیکن جب حضرت ابوبکر نے...''

(قادیانی: روحانی خزائن ج ۱۹ ص ۱۲۶۔۱۲۷)

اس عبارت میں مرزا نے سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی توہین کی ہے اور صحابۂ کرام پر جھوٹ بولا ہے۔

تمام انبیاء کرام علیہم السلام کی وفات کا جھوٹا دعویٰ کرتے ہوئے مرزا غلام احمد نے لکھا ہے:

''معلوم ہوتا ہے کہ اس اجماع سے پہلے جو تمام انبیاء علیہم السلام کی وفات پر ہوا بعض نادان صحابی جن کو درایت سے کچھ حصہ نہ تھا وہ بھی اس عقیدہ سے بے خبر تھے کہ کل انبیاء فوت ہو چکے ہیں۔'' الخ (قادیانی روحانی خزائن ج ۲۱ ص ۲۸۵)

صحابۂ کرام کو غبی، نادان اور اسلامی عقیدے سے بے خبر کہنے والا بذاتِ خود بڑا کذاب اور دجال ہے۔

سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کے بارے میں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تھا: اے اللہ! اپنے اس بندے (ابوہریرہ) اور اس کی ماں کو مومنوں کا محبوب بنا دے... الخ (صحیح مسلم: ۲۴۹۱)

سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ہر مومن جو میرے بارے میں سن لیتا ہے تو بغیر دیکھے ہی مجھ سے محبت کرتا ہے۔ (ایضاً ملخصاً)

سیدنا عمر رضی اللہ عنہ جن صحابہ سے حدیث پوچھتے تھے اُن میں ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بھی تھے۔

(دیکھئے صحیح بخاری: ۵۹۴۶)

سیدنا ابوبکر الصدیق رضی اللہ عنہ نے سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کو (حجۃ الوداع میں) منادی کرنے والا مقرر کر کے بھیجا تھا۔ (صحیح بخاری: ۳۶۹)

ایک دفعہ سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے ایک حدیث بیان کی تو ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: ''صدق أبو هريرة'' ابوہریرہ نے سچ کہا ہے۔ (طبقات ابن سعد ۳۳۲/۴ و سندہ صحیح)

حافظ ذہبی نے سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کے بارے میں فرمایا: ''الإمام الفقيه المجتهد الحافظ صاحب رسول الله ﷺ ...'' (سیر اعلام النبلاء ج ۲ ص ۵۷۸)

ایسے جلیل القدر فقیہ مجتہد صحابی کو ''غبی، کم سمجھ، نادان اور اچھی درایت نہ رکھنے والا'' کہنے والا شخص بہت بڑا شیطان اور دجال ہے۔

اے اللہ! ہمارے دلوں کو صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کی محبت سے بھر دے اور اس میں مزید اضافہ فرما۔ آمین

فائدہ: نبوت کا دعویٰ کرنے والے تیس کذابوں والی حدیث سیدنا ثوبان رضی اللہ عنہ کے علاوہ درج ذیل صحابہ سے بھی ثابت ہے:

(۱) سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ (صحیح بخاری: ۳۶۰۹)

(۲) سیدنا سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ (صحیح ابن خزیمہ: ۱۳۹۷، صحیح ابن حبان، الاحسان: ۲۸۴۵، دوسرا نسخہ: ۲۸۵۶ وصححہ الحاکم علی شرط الشیخین ۳۳۰/۱ ح ۱۲۳۰، ووافقه الذهبي و سنده حسن، ثعلبه بن عباد ليس بمجهول بل و ثقه ابن خزيمة والترمذي وابن حبان وغيرهم و أخطأ من ضعفه)

۱۵) جالندھری نے لکھا ہے:

''ترمذی کے دوسرے طریقہ میں عبدالرزاق بن ہمام اور معمر بن راشد دو راوی ضعیف ہیں۔

عبدالرزاق بن ہمام تو شیعہ تھا۔قال النسائی فیہ نظرٌ، قال العباس العنبری .. انہ لکذابٌ والواقدی اصدق منہ . کان عبدالرزاق کذاباً یسرق الحدیث ''
(تہذیب التہذیب جلد ۶ ص ۲۷۸ زیر نام عبدالرزاق بن ہمام عبدالتواب اکیڈمی ملتان)
کہ نسائی کے نزدیک وہ قابل اعتبار نہیں اور عباس عنبری کہتے ہیں کہ وہ کذّاب تھا اور واقدی سے بھی زیادہ جھوٹا تھا۔ یہ شخص کذّاب تھا اور حدیث چوری کیا کرتا تھا۔''

(القول المبین ص ۶۷۔۶۸)

امام عبدالرزاق بن ہمام الصنعانی الیمنی رحمہ اللہ کو امام یحییٰ بن معین، عجلی، یعقوب بن شیبہ، ابن حبان، ابن شاہین، دارقطنی، بیہقی اور جمہور محدثین نے ثقہ وصدوق قرار دیا۔
دیکھئے میری کتاب: تحقیقی، اصلاحی اور علمی مقالات (ج ۱ص ۴۰۴۔۴۰۸)

جمہور کے مقابلے میں عباس بن عبدالعظیم سے کذاب والی جو جرح مروی ہے (الضعفاء للعقیلی ۳/۱۰۹، الکامل لابن عدی ۵/۱۹۴۸، دوسرا نسخہ ۶/۵۳۸) اسے حافظ ابن حجر نے تہذیب التہذیب (ج ۶ ص ۲۸۱) میں بغیر کسی سند کے نقل کیا ہے، عقیلی اور ابن عدی والی سند میں محمد بن احمد بن حماد الدولابی بذاتِ خود قولِ راجح میں ضعیف راوی ہے (و اخطأ من زعم خلافہ) لہٰذا یہ جرح عباس مذکور سے ثابت ہی نہیں ہے۔

حدیث چوری کرنے والی جرح کا راوی ابوعبداللہ البلخی حسین بن محمد بن خسرو بذاتِ خود ضعیف تھا لہٰذا یہ جرح بھی غیر ثابت ومردود ہے۔

امام نسائی نے فرمایا: ''فیہ نظر لمن کتب عنہ بآخرۃٍ ''
جس نے اُن سے آخر دور میں لکھا ہے اُس میں نظر ہے۔ (کتاب الضعفاء: ۳۷۹)

یعنی اس جرح کا تعلق اختلاط سے ہے اور ترمذی والی روایت میں اختلاط کا نام ونشان نہیں، اسے عبدالرزاق سے محمود بن غیلان نے روایت کیا ہے۔

(سنن الترمذی: ۲۲۱۸ وقال: ھذا حدیث حسن صحیح)

محمود بن غیلان کی عبدالرزاق بن ہمام سے روایت اختلاط سے پہلے کی ہے، جس کی

دلیل یہ ہے:

بخاری اور مسلم نے محمود سے عبدالرزاق کی روایات صحیحین میں بیان کیں اور کسی محدث نے محمود عن عبدالرزاق کی روایات پر جرح نہیں کی۔

تیس دجالوں والی روایت امام عبدالرزاق سے امام احمد بن حنبل نے بھی بیان کی۔

(دیکھئے مسند احمد ۲/۳۱۳ ح ۸۱۳۷)

اور محدث اَبناسی نے فرمایا کہ "و ممن سمع منه قبل الإختلاط أحمد و إسحاق ابن راهويه و علي بن المديني و يحيى بن معين و وكيع بن الجراح في آخرين.. "اُن کے اختلاط سے پہلے احمد (بن حنبل) اسحاق بن راہویہ، علی بن المدینی، یحییٰ بن معین، وکیع بن الجراح اور دوسرے لوگوں نے سنا ہے۔الخ

(الکواکب النیرات فی معرفۃ من اختلط من الرواۃ الثقات لابن الکیال ص ۵۳)

لہٰذا یہاں اختلاط کا الزام سرے سے باطل ہے۔

تنبیہ: عبدالرزاق کی بیان کردہ روایت اُن کی پیدائش سے بہت عرصہ پہلے لکھے جانے والے الصحیفۃ الصحیحہ للامام ہمام بن منبہ (ح ۱۲۴) میں بھی موجود ہے۔ والحمدللہ

جمہور کے نزدیک ثقہ وصدوق راوی پر شیعہ وغیرہ کے الفاظ والی جرح بھی مردود ہوتی ہے۔ دیکھئے میری کتاب: علمی مقالات (ج ۱ ص ۴۰۹۔۴۱۱)

۱۶) امام معمر بن راشد الازدی البصری الیمنی رحمہ اللہ کو قادیانی کا ضعیف کہنا بھی باطل ہے۔ معمر بن راشد کو امام یحییٰ بن معین، عجلی، یعقوب بن شیبہ، نسائی، ابن حبان اور جمہور محدثین نے ثقہ وصدوق قرار دیا۔

دیکھئے حافظ مزی کی کتاب: تہذیب الکمال (ج ۷ ص ۱۸۱۔۱۸۳)

بخاری اور مسلم نے صحیحین کے اصول میں اُن سے حدیثیں بیان کیں لہٰذا ایسے راوی پر بعض کی جرح مردود ہوتی ہے۔

۱۷) جالندھری قادیانی نے کہا:

"ان کے علاوہ سلیمان بن حرب اور محمد بن عیسیٰ بھی ضعیف ہیں۔ سلیمان بن حرب کے متعلق خود ابوداؤد کہتے ہیں کہ یہ راوی ایک حدیث کو پہلے ایک طرح بیان کرتا تھا لیکن جب کبھی دوسری دفعہ اسی حدیث کو بیان کرتا تھا تو پہلی سے مختلف ہوتی تھی اور خطیب کہتے ہیں کہ یہ شخص روایت کے الفاظ میں تبدیلی کر دیا کرتا تھا۔" (تہذیب التہذیب جلد۴ص ۱۵۷۔ زیر نام سلیمان بن حرب عبدالتواب اکیڈمی ملتان)" (القول المبین ص ۶۸)

عرض ہے کہ صحیحین کے بنیادی راوی امام سلیمان بن حرب البصری رحمہ اللہ کو یعقوب بن شیبہ، نسائی، ابن سعد، ابن حبان اور جمہور محدثین نے ثقہ قرار دیا ہے۔

دیکھئے تہذیب التہذیب (ج۴ص ۱۵۸)

اس توثیق کو چھپا کر قادیانی نے کتمانِ حق کیا ہے۔

امام سلیمان بن حرب پر امام ابوداود کی طرف منسوب جرح ابوعبید الآجری کی وجہ سے ثابت نہیں، وجہ یہ ہے کہ یہ آجری بذاتِ خود مجہول تھا۔

خطیب بغدادی کا روایت بالمعنیٰ والی جرح کرنا دو وجہ سے مردود ہے:

اول: یہ جمہور کی توثیق کے خلاف ہے۔

دوم: روایت بالمعنیٰ جرم نہیں بلکہ جائز ہے، بشرطیکہ راوی ثقہ وصدوق ہو اور اس کی روایت میں کوئی علتِ قادحہ یا شذوذ ثابت نہ ہو۔ یاد رہے کہ اس روایت میں امام سلیمان بن حرب رحمہ اللہ منفرد نہیں بلکہ دوسرے ثقہ راویوں نے بھی یہی روایت بیان کی ہے۔ دیکھئے فقرہ:۱۸

تنبیہ: محمد بن عیسیٰ بن نجیح رحمہ اللہ کو ابوحاتم الرازی اور ابن حبان وغیرہم نے ثقہ قرار دیا ہے اور میرے علم کے مطابق کسی نے بھی اُن پر جرح نہیں کی لہٰذا انھیں ضعیف کہنا باطل اور مردود ہے۔

۱۸) قادیانی نے کہا: "محمد بن عیسی کے متعلق خود ابوداؤد کہتے ہیں" ربما یدلس " (تہذیب التہذیب جلد۹ص ۳۴۸ زیر نام محمد بن عیسیٰ عبدالتواب اکیڈمی ملتان) کہ کبھی کبھی تدلیس کرلیا کرتا تھا۔" (القول المبین ص ۶۸)

عرض ہے کہ روایتِ مذکورہ میں ابوجعفر محمد بن عیسیٰ بن نجیح البغدادی ابن الطباع نے "حدثنا" کہہ کر سماع کی تصریح کردی ہے لہٰذا یہاں تدلیس کا اعتراض کرنا خیانت ہے۔

دوسرے یہ کہ یہی روایت امام حماد بن زید سے محمد بن عیسیٰ کے علاوہ درج ذیل راویوں نے بھی بیان کی ہے:

(۱) سلیمان بن حرب (سنن ابی داود: ۴۲۵۲)

(۲) قتیبہ بن سعید (سنن ترمذی: ۲۲۱۹)

(۳) حجاج بن منہال الانماطی (دلائل النبوۃ للبیہقی ۶/ ۵۲۷) وغیرہم۔

۱۹) اللہ دتا قادیانی جالندھری نے لکھا ہے: "ابوداؤد کے دوسرے طریقہ میں عبدالعزیز بن محمد اور العلاء بن عبدالرحمٰن ضعیف ہیں۔ عبدالعزیز بن محمد کو امام احمد بن حنبل نے خطا کار۔ ابوزرعہ نے "سئی الحفظ" اور نسائی نے کہا ہے کہ "لیس بالقوی" (قوی نہیں) ابن سعد کے نزدیک "کثیر الغلط" تھا (تہذیب التہذیب جلد ۶ ص ۳۱۵ زیر نام عبدالعزیز بن محمد عبدالتواب اکیڈمی ملتان)" (القول المبین ص ۶۸)

عرض ہے کہ امام عبدالعزیز بن محمد الدراوردی رحمہ اللہ کو امام یحییٰ بن معین، عجلی، امام مالک اور جمہور محدثین نے ثقہ قرار دیا ہے۔ دیکھئے تہذیب التہذیب (ج ۶ ص ۳۱۵۔ ۳۱۶، دوسرا نسخہ ج ۶ ص ۳۵۴۔ ۳۵۵) اور ہمارا رسالہ ماہنامہ الحدیث حضرو (۶۹ ص ۳۷۔ ۴۴)

لہٰذا اُن پر بعض علماء کی جرح مرجوح اور غلط ہے۔

دوسرا یہ کہ امام احمد اور امام نسائی دونوں سے عبدالعزیز کی توثیق بھی مروی ہے اور ابن سعد نے انھیں ثقہ بھی لکھا ہے لہٰذا جمہور علماء کی توثیق کے مقابلے میں یہ تین اقوال پیش نہیں کئے جا سکتے۔ تیسرا یہ کہ سنن ابی داود (۴۳۳۳) والی یہی حدیث درج ذیل اماموں نے بھی العلاء بن عبدالرحمٰن بن یعقوب رحمہ اللہ سے بیان کی ہے:

(۱) شعبہ بن الحجاج (مسند احمد ج ۲ ص ۴۵۷ ح ۹۸۹۷)

(۲) اسماعیل بن جعفر بن ابی کثیر (مسند ابی یعلی الموصلی ج ۱۱ ص ۳۹۴ ح ۶۵۱۱)

۲۰) العلاء بن عبدالرحمٰن کے بارے میں قادیانی معترض نے لکھا ہے:

''اسی طرح ابوداؤد والی روایت کا دوسرا راوی العلاء بن عبدالرحمٰن بھی ضعیف ہے کیونکہ اس کے متعلق ابن معین کہتے ہیں ''ھٰؤلاء الاربعة لیس حدیثھم حجةً (۱) سھل بن ابی صالح (۲) العلاء بن عبدالرحمن (۳) عاصم بن عبید الله (۴) ابن عقیل (تہذیب التہذیب جلد ۶ ص ۱۳۔۱۵) ان چاروں کی حدیث حجت نہیں ہے۔ پس جہاں تک راویوں کا تعلق ہے یہ روایت قابل استناد نہیں۔'' (القول المبین ص ۶۸۔۶۹)

عرض ہے کہ علاء بن عبدالرحمٰن کے حالات تہذیب التہذیب کی آٹھویں جلد میں ہیں۔ انھیں امام احمد بن حنبل، ابن حبان، ابن سعد، ترمذی اور جمہور محدثین نے ثقہ قرار دیا۔

(دیکھئے تہذیب التہذیب ج ۸ ص ۱۶۶۔۱۶۷)

لہٰذا اُن پر جرح مردود ہے۔

امام ابن معین نے ایک قول میں علاء بن عبدالرحمٰن کو ''لیس به بأس'' کہا۔

(تاریخ عثمان بن سعید الدارمی: ۶۲۳، اور تہذیب التہذیب ج ۸ ص ۱۶۶)

لہٰذا اُن کا علاء کو ضعیف کہنا مطلقاً نہیں بلکہ سعید المقبری کے مقابلے میں ہے۔

دیکھئے تہذیب التہذیب (ج ۸ ص ۱۶۷)

اور اگر کوئی شخص اسے مطلق سمجھتا ہے تو یہ قول جمہور کے خلاف ہونے اور بذاتِ خود توثیق سے معارض و متناقض ہونے کی وجہ سے مرجوح و غلط ہے۔

فائدہ: امام یحییٰ بن معین رحمہ اللہ نے فرمایا کہ'' إذا قلت: لیس به بأس فھو ثقة '' جب میں لیس به بأس کہوں تو وہ (راوی) ثقہ ہوتا ہے۔

(التاریخ الکبیر لابن ابی خیثمہ ص ۵۹۲ فقرہ: ۱۴۲۳، الکفایہ للخطیب البغدادی ص ۲۲ وسندہ صحیح)

قارئین کرام! آپ نے دیکھ لیا کہ صحیح بخاری اور صحیح مسلم وغیرہما کی صحیح احادیث پر جرح کرتے ہوئے اللہ دتا قادیانی جالندھری نے کتنی خیانتیں کی ہیں اور مسلمانوں کو دھوکا دینے کی کوشش کی ہے، حالانکہ یہ احادیث بلا شک و شبہ صحیح اور حجت ہیں۔ والحمدللہ

رہ گیا مسئلہ آیاتِ قرآنیہ اور احادیثِ صحیحہ کے بارے میں قادیانیوں کی باطنی تحریفاتِ معنویہ تو یہ سلف صالحین کے متفقہ فہم کے مقابلے میں سرے سے مردود اور باطل ہیں۔

خاتم النبیین کا معنی آخری نبی ہی ہے، جیسا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((وأنا آخر الأنبياء)) اور میں آخری نبی ہوں۔ (السنۃ لابن ابی عاصم: ۳۹۱ وسندہ صحیح)

اور اسی پر اُمتِ مسلمہ کا اجماع ہے۔

عیسیٰ بن مریم علیہ السلام جو ہمارے نبی ﷺ سے پہلے نبی تھے، قیامت سے پہلے آسمان سے نازل ہوں گے۔

آسمان سے نزول کے حوالے کے لئے دیکھئے کشف الاستار عن زوائد البزار (۴/۱۴۲۔۱۴۳ ح ۳۳۹۶ وسندہ صحیح) اور میری کتاب: علمی مقالات (ج ۱ ص ۱۱۱۔۱۱۲)

قیامت سے پہلے تیس (۳۰) دجال آئیں گے، جن کی متعین وموسوم بالاسماء تعداد کا علم اللہ تعالیٰ ہی کے پاس ہے اور مسلمانوں کے اجماع سے یہ ثابت ہے کہ مرزا غلام احمد قادیانی بھی ان تیس دجالوں میں سے ایک دجال تھا۔

نبی کریم ﷺ نورِ ہدایت

اس میں کوئی شک نہیں کہ نبی اکرم ﷺ رسول اللہ ہونے کے ساتھ ساتھ انسان اور بشر تھے، جیسا کہ قرآن مجید، احادیثِ متواترہ اور اجماع سے ثابت ہے۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ((إنما أنا بشر)) إلخ میں تو بشر ہوں۔ الخ

(صحیح بخاری: ۷۱۶۹، صحیح مسلم: ۱۷۱۳)

سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: ''کان بشرًا من البشر'' آپ (ﷺ) انسانوں میں سے ایک بشر تھے۔ (الادب المفرد للبخاری: ۵۴۱ وسندہ صحیح، روایۃ البخاری عن عبداللہ بن صالح کاتب اللیث صحیح وتابعہ عبداللہ بن وھب عند ابن حبان فی صحیحہ، الاحسان: ۵۶۴۶، دوسرا نسخہ: ۵۶۷۵)

تمام صحابہ وتابعین کا یہی عقیدہ تھا کہ رسول اللہ ﷺ سیدنا آدم علیہ السلام کی اولاد میں سے تھے اور بشر تھے۔ کسی ایک آیت یا حدیث سے آپ کی بشریت کی نفی ثابت نہیں ہے۔

انگریزوں کے دور میں پیدا ہونے والے بریلوی فرقے کی مشہور کتاب ''بہارِ شریعت'' میں لکھا ہوا ہے کہ ''عقیدہ۔ نبی اس بشر کو کہتے ہیں جسے اللہ تعالیٰ نے ہدایت کے لئے وحی بھیجی ہو۔ اور رسول بشر ہی کے ساتھ خاص نہیں بلکہ ملائکہ میں بھی رسول ہیں۔

عقیدہ۔ انبیاء سب بشر تھے اور مرد، نہ کوئی جن نبی ہوا نہ عورت۔'' (حصہ اول ص ۷)

اس میں کوئی شک نہیں کہ رسول اللہ ﷺ بشر ہونے کے ساتھ رسول، نبی اور نورِ ہدایت بھی تھے، لیکن یہ کہنا کہ آپ بشر نہیں بلکہ نور من نور اللہ تھے، کتاب وسنت کے خلاف اور باطل عقیدہ ہے اور یہ کہنا بھی غلط ہے کہ آپ نوری مخلوق تھے جو لباسِ بشریت میں دنیا میں تشریف لائے تھے، کیونکہ اس عقیدے کی بھی کوئی دلیل نہیں ہے۔

سیدنا عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں رسول اللہ ﷺ سے جو بھی سنتا تو ہر شے لکھ لیتا تھا، میں اسے یاد کرنا چاہتا تھا (لیکن) قریشیوں نے مجھے منع کر دیا

اور کہا: ''تم رسول اللہ ﷺ سے سن کر ہر چیز لکھ لیتے ہو اور رسول اللہ ﷺ بشر ہیں، کبھی آپ غصے میں ہوتے ہیں اور کبھی خوشی کی حالت میں'' تو میں نے لکھنا چھوڑ دیا پھر رسول اللہ ﷺ سے اس بات کا ذکر کیا تو آپ نے فرمایا: ((اكتب فو الذي نفسي بيده ما خرج مني إلا حق.)) لکھو! اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے! میری زبان سے صرف حق ہی نکلتا ہے۔

(مسند احمد ۱۶۲/۲ ح ۶۵۱۰، مصنف ابن ابی شیبہ ۴۹/۹، ۵۰، سنن ابی داود: ۳۶۴۶، مسند دارمی: ۴۹۰ وسندہ صحیح)

معلوم ہوا کہ تمام صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کا یہ اجماعی عقیدہ تھا کہ رسول اللہ ﷺ بشر ہیں۔ دوسری طرف یہ بھی نا قابلِ تردید حقیقت ہے کہ آپ ﷺ نورِ ہدایت ہیں، جیسا کہ حافظ ابوجعفر بن جریر الطبری رحمہ اللہ نے ﴿ قَدْ جَآءَكُمْ مِّنَ اللّٰهِ نُوْرٌ وَّ كِتٰبٌ مُّبِيْنٌ ﴾ [المائدہ:۱۵]

کی تفسیر میں فرمایا: ''يعني بالنور محمدًا ﷺ الذي أنار الله به الحق و أظهر به الإسلام و محق به الشرك فهو نور لمن استنار به ... ''

یعنی نور سے مراد محمد ﷺ ہیں، جن کے ذریعے سے اللہ نے حق کو روشن اور واضح کر دیا، آپ کے ساتھ اسلام کو غالب اور شرک کو (مکہ و مدینہ اور جزیرۃ العرب میں) ختم کر دیا، پس آپ اُس کے لئے نور ہیں جو آپ سے نور حاصل کرنا چاہتا ہے... (تفسیر طبری ج ۶ ص ۱۰۴)

یعنی آپ اہلِ ایمان کے لئے نورِ ہدایت ہیں اور سب جہانوں کے لئے رحمت (رحمۃ للعالمین) ہیں۔ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

بعض لوگ آپ کو اللہ تعالیٰ کی ذاتِ مبارکہ کا ایک جزء اور حصہ سمجھتے ہیں اور نور من نور اللہ کا عقیدہ رکھتے ہیں، حالانکہ یہ عقیدہ قرآن مجید اور دینِ اسلام کے سراسر خلاف ہے۔ مثلاً دیکھئے سورۃ الزخرف آیت: ۱۵

....

آخر میں بطورِ فائدہ عرض ہے کہ غلام مہر علی بریلوی خطیب چشتیاں نے لکھا ہے:

"ہمارے عقیدہ کی تشریح یہ ہے کہ رسولِ خدا علیہ السلام خدا کے پیدا کیے ہوئے نور ہیں (فتاوے ثنائیہ حصہ اول ص ۲۴۷) ہم کہتے ہیں کہ ہمارا بھی عقیدہ یہی ہے۔ باقی یہ کہ ہم اہل سنت حضور کو نور قدیم یا خدا کا جز مانتے ہیں یہ محض افتراء اور صریح بہتان ہے جس کا بدلہ قیامت میں دیوبندی اور وہابی پالیں گے۔ ہم تو یہی کہہ دیتے ہیں کہ لعنۃ اللّٰہ علی الکاذبین" (دیوبندی مذہب ص ۲۴۳)

فرقۂ بریلویہ کا اپنے آپ کو اہلِ سنت کہنا تو بالکل غلط ہے، لیکن اُن کی خدمت میں درخواست ہے کہ وہ اس عقیدے میں اپنے عوام کی اصلاح فرمائیں اور دیگر عقائدِ باطلہ سے رجوع کر کے اپنی بھی اصلاح فرمالیں۔

☆☆☆

عرباض بن ساریہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے سنا:

((إِنِّیْ عِنْدَاللّٰهِ مَكْتُوْبٌ بِخَاتَمِ النَّبِيِّيْنَ وَإِنَّ آدَمَ لَمُنْجَدَلٌ فِيْ طِيْنَتِهِ ، وَسَأُخْبِرُكُمْ بِأَوَّلِ ذٰلِكَ :دَعْوَةُ أَبِيْ إِبْرَاهِيْمَ، وَبَشَارَةُ عِيْسٰى وَرُؤْيَا أُمِّيْ الَّتِيْ رَأَتْ حِيْنَ وَضَعَتْنِي أَنَّهُ خَرَجَ مِنْهَا نُوْرٌ أَضَاءَتْ لَهَا مِنْهُ قُصُوْرُ الشَّامِ))

میں اللہ کے پاس خاتم النبیین لکھا ہوا تھا اور آدم (علیہ السلام) اپنی مٹی میں گندھے ہوئے تھے (یعنی آدم علیہ السلام کے جسم میں روح نہیں ڈالی گئی تھی) اور میں تمھیں اس کی پہلی بات بتاؤں گا: میں اپنے ابا ابراہیم (علیہ السلام) کی دعا اور عیسیٰ (علیہ السلام) کی بشارت ہوں۔ اور جب میں پیدا ہوا تو میری ماں نے خواب دیکھا تھا کہ ان کے جسم سے ایک نور نکلا جس سے شام کے محل روشن ہو گئے۔

(صحیح ابن حبان، الاحسان: ۶۳۷۰، والنسخۃ المحققۃ ۱۴/۳۱۳ ح ۶۴۰۴ وسندہ حسن وصححہ الحاکم ۲/۶۱۸ ح ۳۵۶۶ ووافقہ الذہبی/عبدالاعلیٰ بن ہلال وثقہ ابن حبان والحاکم وغیرہما فحدیثہ لا ینزل عن درجۃ الحسن)

میں اور میرے ماں باپ، نبی کریم ﷺ پر قربان ہوں، بے شک آپ ہدایت کا نور (روشنی) ہیں۔ اے اللہ! ہمیں نبی کریم ﷺ کی شفاعت نصیب فرما۔ آمین

نبی کریم ﷺ ساری کائنات کے لئے رحمت ہیں

سیدنا عبداللہ بن جعفر بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ کو قضائے حاجت کے لئے پردہ کرنے کے لئے دو مقامات زیادہ پسند تھے: اونچا مقام یا کھجوروں کا جھنڈ۔ آپ ایک انصاری آدمی کے باغ میں داخل ہوئے تو دیکھا کہ ایک اونٹ ہے، جب اونٹ نے نبی ﷺ کو دیکھا تو اپنی آواز سے رونے لگا، اس کی آنکھوں سے آنسو بہہ رہے تھے۔ پھر نبی ﷺ اُس اونٹ کے پاس تشریف لے گئے اور اس کے سر پر ہاتھ پھیرا تو وہ خاموش ہو گیا۔ پھر آپ ﷺ نے فرمایا: اس اونٹ کا مالک کون ہے؟ یہ کس کا اونٹ ہے؟ ایک انصاری نوجوان نے آکر کہا: یا رسول اللہ! یہ میرا اونٹ ہے۔

آپ ﷺ نے فرمایا: کیا تم اس جانور کے بارے میں اللہ سے نہیں ڈرتے جس نے تمھیں اس کا مالک بنایا ہے، اس نے میرے سامنے تمھاری شکایت کی ہے کہ تم اسے بھوکا رکھتے ہو اور (زیادہ) کام لے کر اسے تھکاتے ہو۔ (سنن ابی داود: ۲۵۴۹ وسندہ صحیح واصلہ فی صحیح مسلم: ۳۴۲)

رسول اللہ ﷺ کو اللہ تعالیٰ نے تمام مخلوقات سے زیادہ علم عطا فرمایا تھا اور آپ ﷺ بفضلِ تعالیٰ جانوروں کی زبانیں بھی سمجھتے تھے۔ رسول اللہ ﷺ رحمۃ للعالمین یعنی ساری کائنات کے لئے رحمت ہیں اور یہ آپ کی صفتِ خاصہ ہے، مخلوقات میں سے کوئی بھی آپ کا اس میں شریک نہیں۔

آپ ﷺ انسانوں اور جنوں کے ساتھ ساتھ جانوروں پر بھی از حد مہربان تھے اور خاص خیال رکھتے تھے تاکہ مخلوق میں سے کسی پر کوئی ظلم نہ ہو اور یہی دینِ اسلام کی دعوت ہے۔ خوش نصیب ہیں وہ لوگ جو دل و دماغ سے دینِ اسلام قبول کر کے کتاب و سنت کے راستے پر گامزن رہتے ہیں اور پوری کوشش میں مصروف ہیں کہ ساری دنیا امن و سلامتی کا گہوارا بن جائے اور تمام لوگ جہنم کے عذاب سے بچ جائیں۔

اے اللہ! کفار اور مشرکین کے دلوں کو اسلام قبول کرنے کے لئے کھول دے اور دنیا سے ظلم، کفر، شرک، بدعات اور تمام گمراہیوں کا خاتمہ فرما۔ آمین

نبی ﷺ کا پیالہ مبارک

عاصم الاحول (تابعی) سے روایت ہے:

میں نے نبی ﷺ کا پیالہ (سیدنا) انس بن مالک (رضی اللہ عنہ) کے پاس دیکھا ہے، یہ پیالہ ٹوٹ گیا تھا تو انھوں نے اسے چاندی کے تار سے جوڑ دیا تھا، یہ چمکدار لکڑی کا بنا ہوا بہترین چوڑا پیالہ تھا۔

محمد بن سیرین (تابعی) بیان کرتے ہیں: اس پیالے کا حلقہ لوہے کا بنا ہوا تھا، (سیدنا) انس رضی اللہ عنہ نے ارادہ کیا کہ اس کے بدلے سونے چاندی کا حلقہ بنوالیں تو انھیں (ان کے سوتیلے ابا) ابوطلحہ رضی اللہ عنہ نے حکم دیا: ''لا تغیرن شیئًا صنعه رسول الله ﷺ'' رسول اللہ ﷺ نے جو کام کیا ہے اس میں ہرگز کوئی تبدیلی نہ کرو، تو انھوں رضی اللہ عنہ نے اپنا ارادہ چھوڑ دیا۔ (صحیح البخاری: ۵۶۳۸)

رسول اللہ ﷺ کا سایۂ مبارک

رسول اللہ ﷺ کے سایہ کا ثبوت کئی احادیثِ صحیحہ میں ہے اور اس کے خلاف کچھ بھی ثابت نہیں ہے۔

طبقات ابن سعد (۸/ ۱۲۶، ۱۲۷، واللفظ لہ) اور مسند احمد (۶/ ۱۳۱، ۱۳۲، ۲۶۱) میں امام مسلم کی شرط پر شمیسہ رحمہا اللہ سے روایت ہے کہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: " **فبينما أنا يوماً في منصف النهار ، إذا أنا بظل رسول الله ﷺ مقبلاً** " دوپہر کا وقت تھا کہ میں نے دیکھا کہ رسول اللہ ﷺ کا سایہ آ رہا ہے۔

شمیسہ کو امام ابن معین نے ثقہ کہا ہے۔ (تاریخ عثمان بن سعید الدارمی: ۴۱۸) اور ان سے شعبہ نے بھی روایت کی ہے اور شعبہ (حتی الامکان) اپنے نزدیک عام طور پر صرف ثقہ سے روایت کرتے تھے۔

"**كما هو الأغلب**" [دیکھئے: تہذیب التہذیب ۱/ ۴، ۵]

لہٰذا یہ سند صحیح ہے۔ اسی طرح کی ایک طویل روایت سیدہ صفیہ رضی اللہ عنہا سے بھی مروی ہے۔ جس کا ایک حصہ کچھ یوں ہے: "**فلما كان شهر ربيع الأول ، دخل عليها ، فرأت ظله ....**" إلخ جب ربیع الاول کا مہینہ آیا تو آپ (ﷺ) اُن کے پاس تشریف لائے، انھوں نے آپ کا سایہ دیکھا...الخ [مسند احمد ۶/ ۳۳۸]

اس کی سند صحیح ہے اور جو اسے ضعیف کہتا ہے وہ خطا پر ہے کیونکہ شمیسہ کا ثقہ ہونا ثابت ہو چکا ہے۔

صحیح ابن خزیمہ (۲/ ۵۱ ح ۸۹۲) میں بھی صحیح سند کے ساتھ سیدنا انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ((**حتى رأيت ظلّي وظلّكم......إلخ**))
یہاں تک کہ میں نے اپنا اور تمھارا سایہ دیکھا......الخ

اسے حاکم اور ذہبی دونوں نے صحیح کہا ہے۔ [المستدرک للحاکم ۴/۴۵۶]

کسی صحیح یا حسن روایت سے قطعاً یہ ثابت نہیں کہ نبی ﷺ کا سایہ نہیں تھا۔ علامہ سیوطی نے خصائص کبریٰ میں جو روایت نقل کی ہے وہ اصول حدیث کی رُو سے باطل ہے۔

رحمۃ للعالمین پر درود وسلام: صلّی اللّٰہ علیہ وآلہ وسلّم

الحمد للّٰه ربّ العالمين والصّلوٰة والسّلام علىٰ رسوله الأمين : رحمة للعالمين ورضى اللّٰه عن أصحابه أجمعين ورحمة اللّٰه على التابعين و من تبعهم إلىٰ يوم الدين، صلّى اللّٰه علىٰ محمد رسول اللّٰه و خاتم النبيين : صلّى اللّٰه عليه و أزواجه وذريته وأصحابه و آله وسلّم . اما بعد:

اللہ تعالیٰ کا یہ بہت بڑا احسان ہے کہ اُس نے انسانوں کی ہدایت ونجات اور تمام جہانوں کے لئے اپنا آخری رسول رحمت بنا کر بھیجا۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿ وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ ﴾

اور ہم نے آپ کو رحمۃ للعالمین ہی بنا کر بھیجا ہے۔ (الانبیاء:۱۰۷)

یعنی رسول اللہ ﷺ رحمۃ للعالمین ہیں اور یہ آپ کی صفتِ خاصہ ہے جس میں مخلوقات میں سے دوسرا کوئی بھی شریک نہیں ہے۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿ قُلْ يٰاَيُّهَا النَّاسُ اِنِّىْ رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَيْكُمْ جَمِيْعًا ﴾

آپ کہہ دیں! اے (ساری دنیا کے) لوگو! میں تم سب کی طرف اللہ کا رسول (بنا کر بھیجا گیا) ہوں۔ (الاعراف:۱۵۸)

رسول اللہ ﷺ (فداہ ابی وامی وروحی وجسدی) نے فرمایا:

((و كان النبي يبعث إلىٰ قومه خاصّة و بعثت إلى الناس عامة .))

اور (مجھ سے پہلے) نبی خاص اپنی قوم کی طرف بھیجا جاتا تھا اور مجھے عام انسانوں (یعنی تمام انسانیت) کے لئے (رسول بنا کر) بھیجا گیا ہے۔ (صحیح بخاری:۳۳۵، صحیح مسلم:۵۲۱)

خوش قسمت ہیں وہ لوگ جو اللہ کے بھیجے ہوئے آخری رسول پر ایمان لائے اور دینِ اسلام قبول کر کے صراطِ مستقیم پر گامزن ہو گئے۔

اللہ تبارک وتعالیٰ فرماتا ہے: ﴿لَقَدْ مَنَّ اللّٰهُ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ اِذْ بَعَثَ فِيْهِمْ رَسُوْلًا مِّنْ اَنْفُسِهِمْ يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِهٖ وَ يُزَكِّيْهِمْ وَ يُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ ج﴾
اللہ نے یقیناً مومنوں پر احسان کیا، جب اُن میں انھی میں سے رسول بھیجا جو اُن کے سامنے اللہ کی آیات پڑھتا ہے، اُن کا تزکیہ کرتا ہے اور انھیں کتاب (قرآن) اور حکمت (حدیث) سکھاتا ہے۔ (آل عمران:۱۶۴)

اللہ تعالیٰ کے عظیم احسان اور نبی آخر الزمان (ﷺ) پر ایمان کا یہ لازمی تقاضا ہے کہ اللہ کے بعد سب سے زیادہ رحمۃ للعالمین سے محبت کی جائے، آپ کی مکمل اطاعت کی جائے اور آپ پر کثرت سے درود وسلام بھیجا جائے۔

ارشادِ باری تعالیٰ ہے: ﴿اِنَّ اللّٰهَ وَمَلٰٓئِكَتَهٗ يُصَلُّوْنَ عَلَى النَّبِيِّ ط يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا﴾ بے شک اللہ اور اس کے فرشتے نبی پر صلوٰۃ بھیجتے ہیں، اے ایمان والو! اُس (نبی) پر صلوٰۃ بھیجو اور خوب سلام بھیجو۔ (الاحزاب:۵۶)

اس کی تشریح میں امام ابو جعفر محمد بن جریر بن یزید الطبری السنی رحمہ اللہ (متوفی ۳۱۰ھ) نے فرمایا: ''أن معنى ذلك أن الله يرحم النبي و تدعوله ملائكته و يستغفرون''
اس کا معنی یہ ہے کہ نبی پر اللہ رحم کرتا ہے اور اس کے فرشتے نبی کے لئے دعا و استغفار کرتے ہیں۔ (تفسیر طبری ج ۲۲ ص ۳۱)

نیز دیکھئے صحیح بخاری (قبل ح ۴۷۹۷)

معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ کے صلوٰۃ بھیجنے کا مطلب رحمتیں (اور برکتیں) نازل فرمانا ہے اور فرشتوں کے صلوٰۃ بھیجنے کا مطلب رحمت کی دعائیں مانگنا ہے۔

درود وسلام کی صحیح احادیث وآثار

نبی کریم ﷺ پر درود وسلام پڑھنے کے بارے میں بعض صحیح احادیث وآثار درج ذیل ہیں:

۱) نماز میں التحیات پڑھنے کے بارے میں سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: کہو ((اَلتَّحِيَّاتُ لِلّٰهِ وَالصَّلَوَاتُ وَالطَّيِّبَاتُ ، اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ اَيُّهَا النَّبِيُّ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهُ ، اَلسَّلَامُ عَلَيْنَا وَعَلٰى عِبَادِاللّٰهِ الصَّالِحِيْنَ ، اَشْهَدُ اَنْ لَّآاِلٰهَ اِلاَّ اللّٰهُ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ .))

تمام تحفے (زبانی عبادتیں) نمازیں (بدنی عبادتیں) اور پاک چیزیں (مالی عبادتیں) اللہ کے لئے ہیں، اے نبی! آپ پر سلام ہو، اللہ کی رحمت اور برکتیں ہوں، ہم پر اور اللہ کے نیک بندوں پر سلام ہو، میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود برحق نہیں اور محمد (ﷺ) اُس کے بندے اور رسول ہیں۔ (صحیح البخاری:۱۲۰۲)

روایتِ مذکورہ میں "علیك" سے مراد حاضر نہیں بلکہ غائب ہے۔

سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب رسول اللہ ﷺ فوت ہو گئے تو ہم "اَلسَّلَامُ عَلَى النَّبِيِّ" (نبی پر سلام ہو) پڑھتے تھے۔

(مسند احمد ۱/۴۱۴ ح ۳۹۳۵ وسندہ صحیح واللفظ لہ، صحیح البخاری: ۶۲۶۵)

سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ تشہد میں "اَلسَّلَامُ عَلَى النَّبِيِّ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهُ" پڑھتے تھے۔ (موطأ امام مالک، روایۃ یحییٰ ۱/۹۱ ح ۲۰۱ وسندہ صحیح)

مشہور ثقہ تابعی امام عطاء بن ابی رباح رحمہ اللہ نے فرمایا: نبی ﷺ جب زندہ تھے تو صحابہ السلام علیك أیها النبي کہتے تھے پھر جب آپ فوت ہو گئے (فلما مات) تو انھوں نے "اَلسَّلَامُ عَلَى النَّبِيِّ" کہا۔ (عبدالرزاق بحوالہ فتح الباری ۲/۳۱۴ تحت ح ۸۳۱ وقال ابن حجر:

"وهذا إسناد صحيح"، کنز العمال ۸/۱۵۴۔۱۵۵ ح ۲۲۳۵۶)

مشہور تابعی امام طاؤس رحمہ اللہ "اَلسَّلَامُ عَلَى النَّبِيِّ" پڑھتے تھے۔

(دیکھئے مسند السراج: ۸۵۲ وسندہ صحیح)

۲) التحیات کے سکھانے کے بعد، رسول اللہ ﷺ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو (نماز میں) درود پڑھنے کا حکم دیا، فرمایا: کہو

((اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى آلِ مُحَمَّدٍ كَمَا صَلَّيْتَ عَلٰى إِبْرَاهِيْمَ وَعَلٰى آلِ إِبْرَاهِيْمَ إِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ ، اَللّٰهُمَّ بَارِكْ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰى آلِ مُحَمَّدٍ كَمَا بَارَكْتَ عَلٰى إِبْرَاهِيْمَ وَعَلٰى آلِ إِبْرَاهِيْمَ إِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ .))

اے اللہ! محمد اور آلِ محمد (ﷺ) پر درود (رحمتیں) بھیج، جس طرح کہ تو نے ابراہیم اور آلِ ابراہیم (علیہ السلام) پر رحمتیں نازل فرمائیں، اے اللہ! محمد اور آلِ محمد (ﷺ) پر برکتیں نازل فرما، جس طرح کہ تو نے ابراہیم اور آلِ ابراہیم (علیہ السلام) پر برکتیں بھیجیں۔

(صحیح البخاری: ۳۳۷۰، البیہقی فی السنن الکبریٰ ۲/۱۴۸ ح ۲۸۵۶، عن کعب بن عجرہ رضی اللہ عنہ)

نیز دیکھئے فضل الصلوٰۃ علی النبی ﷺ (یہی کتاب: ۵۶)

۳) سیدنا ابوطلحہ زید بن سہل الانصاری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میرے پاس ایک فرشتہ آیا تو اس نے کہا: اے محمد (ﷺ)! آپ کا رب فرماتا ہے: کیا آپ اس پر راضی نہیں کہ آپ کی اُمت میں سے کوئی شخص آپ پر (ایک دفعہ) صلوٰۃ (درود) پڑھے تو میں اُس پر دس دفعہ رحمتیں نازل فرماؤں اور آپ پر کوئی شخص (ایک دفعہ) سلام کہے تو میں دس دفعہ اس پر سلامتی نازل فرماؤں؟ (فضل الصلوٰۃ: ۲ وسندہ حسن)

٤) سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جو شخص مجھ پر (ایک دفعہ) درود پڑھے گا تو اللہ اس پر دس دفعہ رحمتیں نازل فرمائے گا۔

(فضل الصلوٰۃ: ۸ وسندہ صحیح، صحیح مسلم: ۴۰۸)

درود کے بارے میں سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی دیگر روایاتِ صحیحہ کے لئے دیکھئے فضل الصلوٰۃ

علی النبی ﷺ (۹، ۱۱، ۱۶۔۱۸، ۵۴، ۹۳)

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ((لا تجعلوا بيوتكم قبورًا و لا تجعلوا قبري عيدًا و صلّوا عليّ فإن صلوتكم تبلغني حيث كنتم .)) اپنے گھروں کو قبرستان نہ بناؤ اور میری قبر کو عید (بار بار آنے کی جگہ) نہ بناؤ اور مجھ پر درود پڑھو کیونکہ تم جہاں کہیں بھی ہو گے تمھارا درود مجھ تک پہنچ جائے گا۔

(سنن ابی داود: ۲۰۴۲ وسندہ حسن)

درود پہنچنے سے مراد یہ نہیں کہ آپ ﷺ بنفسِ نفیس درود سنتے ہیں بلکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ فرشتوں کے ذریعے سے آپ کی خدمت میں درود پہنچایا جاتا ہے۔ دیکھئے فقرہ: ۶

۵) سیدنا کعب بن عجرہ رضی اللہ عنہ سے ایک طویل روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میرے پاس جبریل آئے تو کہا: ... دُور ہو جائے وہ شخص جس کے سامنے آپ کا ذکر ہو پھر وہ آپ پر درود نہ پڑھے، تو میں نے کہا: آمین۔ (فضل الصلوٰۃ: ۱۹، وسندہ حسن)

نیز دیکھئے فقرہ: ۲

۶) سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: اللہ کے فرشتے زمین میں سیر کرتے ہیں، وہ مجھے میری اُمت کا سلام پہنچاتے ہیں۔

(فضل الصلوٰۃ: ۲۱ وسندہ صحیح)

سیدنا ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے دوسری روایت میں آیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ((أولى الناس بي يوم القيامة ، أكثرهم عليّ صلوة .)) قیامت کے دن وہ لوگ سب سے زیادہ میرے قریب ہوں گے جو سب سے زیادہ مجھ پر درود پڑھتے ہیں۔

(سنن الترمذی: ۴۸۴ وسندہ حسن وقال الترمذی: ''حسن غریب'')

ایک اور روایت کے لئے دیکھئے سنن الترمذی (۵۹۳ وسندہ حسن وقال الترمذی: ''حسن صحیح'')

۷) سیدنا ابو سعید الخدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا:

((ما قعد قوم مقعدًا ، لا يذكرون فيه الله عزوجل و يصلّون على النبي إلا

کان علیھم حسرۃ یوم القیامۃ و إن دخلوا الجنۃ للثواب .))
جو لوگ کسی ایسی مجلس میں بیٹھتے ہیں جس میں وہ اللہ تعالیٰ کا ذکر نہیں کرتے اور نبی (ﷺ) پر درود نہیں پڑھتے تو قیامت کے دن یہ مجلس (اجرِ عظیم سے محرومی کی وجہ سے) اُن کے لئے حسرت کا باعث ہوگی، اگرچہ وہ ثواب کے لئے جنت میں بھی داخل ہو جائیں۔

(مسند احمد ۲/۴۶۳ ح ۹۹۶۵ مفہوماً وسندہ صحیح)

اس مفہوم کی روایت موقوفاً بھی ثابت ہے۔ دیکھئے فضل الصلوٰۃ علی النبی ﷺ (۵۴، ۵۵)

۸) سیدنا حسین بن علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:
وہ شخص بخیل ہے جس کے سامنے میرا ذکر کیا جائے پھر وہ مجھ پر درود نہ پڑھے۔
(فضل الصلوٰۃ: ۳۲) نیز دیکھئے فقرہ: ۱۱، حدیث سیدنا علی رضی اللہ عنہ

۹) سیدنا فضالہ بن عبید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے نماز میں اللہ کی بزرگی بیان نہیں کی اور نہ نبی ﷺ پر درود ہی پڑھا تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اس نے جلدی کی ہے۔ پھر آپ نے اسے بلایا تو اسے یا دوسرے شخص سے کہا: جب تم میں سے کوئی شخص نماز پڑھے تو پہلے اللہ کی بزرگی بیان کرے اور اس کی تعریف کرے پھر نبی ﷺ پر درود پڑھے پھر جو چاہے دعا مانگ لے۔ (فضل الصلوٰۃ: ۱۰۶، وسندہ حسن)

۱۰) سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:
((من صلّی علیّ صلٰوۃ واحدۃ صلّی اللّٰہ علیہ عشر صلوات و حطت عنہ عشر خطیئات و رفعت لہ عشر درجات.)) جس نے مجھ پر ایک دفعہ درود پڑھا تو اللہ اس پر دس رحمتیں نازل فرماتا ہے اور اس شخص کے دس گناہ معاف کر دیئے جاتے ہیں اور اس کے دس درجے بلند کئے جاتے ہیں۔

(سنن النسائی ۳/۵۰ ح ۱۲۹۸، وسندہ صحیح عمل الیوم واللیلۃ: ۶۲، السنن الکبریٰ للنسائی: ۹۸۹۰)

۱۱) سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:
((البخیل الذي من ذکرت عندہ فلم یصلّ علیّ .)) بخیل ہے وہ شخص، جس کے

سامنے میرا ذکر کیا جائے پھر وہ مجھ پر درود نہ پڑھے۔

(سنن الترمذی: ۳۵۴۶ وسندہ حسن وقال الترمذی: ''حسن غریب صحیح'')

نیز دیکھئے فقرہ: ۸ حدیث سیدنا حسین الشہید رضی اللہ عنہ

۱۲) نبی ﷺ پر صلوٰۃ (درود) کے مختلف صیغوں کے لئے دیکھئے:

فضل الصلوٰۃ (۵۹، ۶۳، ۶۱) عن ابی مسعود الانصاری رضی اللہ عنہ

فضل الصلوٰۃ (۷۰) عن ابی حمید الساعدی رضی اللہ عنہ

فضل الصلوٰۃ (۶۹) عن زید بن خارجہ رضی اللہ عنہ

فضل الصلوٰۃ (۶۸) عن طلحہ بن عبید اللہ رضی اللہ عنہ

نبی ﷺ پر درود وسلام کے جتنے صیغے بھی صحیح احادیث اور آثارِ سلف صالحین سے ثابت ہیں، پڑھنے جائز ہیں لیکن یاد رہے کہ نبی ﷺ کی وفات کے بعد آپ کی قبر مبارک یا مسجدِ نبوی سے دور السلام علیك أيها النبي یا اس جیسے مشابہ الفاظ پڑھنا سلف صالحین سے ثابت نہیں ہیں۔

۱۳) یزید بن عبداللہ بن الشخیر رحمہ اللہ (ثقہ تابعی کبیر) نے فرمایا:

لوگ ''اللهم صلّ علٰى محمد النبي الأمي (عليه السلام)'' کہنا پسند کرتے تھے۔ (فضل الصلوٰۃ: ۶۰ وسندہ صحیح)

۱۴) عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ نے لوگوں کو حکم دیا کہ وہ نبیوں پر درود پڑھیں اور عام مسلمانوں کے لئے دعا کریں۔ (فضل الصلوٰۃ: ۷۶ وسندہ صحیح)

۱۵) مشہور تابعی محمد بن سیرین رحمہ اللہ نے فرمایا: نبی ﷺ کی اگلی اور پچھلی تمام لغزشیں معاف کردی گئی ہیں اور مجھے آپ پر درود پڑھنے کا حکم دیا گیا ہے۔ (فضل الصلوٰۃ: ۷۸ وسندہ صحیح)

۱۶) عبداللہ بن ابی عتبہ رحمہ اللہ نے منیٰ (مکہ) میں اللہ کی حمد وثنا بیان کی، نبی ﷺ پر درود پڑھا اور دعائیں مانگیں پھر انھوں نے اُٹھ کر نماز پڑھائی۔

(دیکھئے فضل الصلوٰۃ: ۹۰ وسندہ صحیح)

۱۷) سیدنا ابوامامہ بن سہل بن حنیف رضی اللہ عنہ نے فرمایا: نمازِ جنازہ میں سنت یہ ہے کہ سورۂ فاتحہ کی قراءت کی جائے اور نبی ﷺ پر درود پڑھا جائے۔ الخ (فضل الصلوٰۃ:۹۴ وسندہ صحیح)

۱۸) عامر الشعبی رحمہ اللہ نے فرمایا: نمازِ جنازہ کی پہلی تکبیر میں اللہ پر ثنا (یعنی سورۂ فاتحہ) ہے اور دوسری میں نبی ﷺ پر درود ہے اور تیسری میں میت کے لئے دعا ہے اور چوتھی میں سلام ہے۔ (فضل الصلوٰۃ:۹۱ وسندہ صحیح)

۱۹) سیدنا عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا:

((إذا سمعتم المؤذن فقولوا مثل ما یقول ثم صلّوا عليّ فإنه من صلّى عليّ صلوٰة صلّى اللّٰه علیه بها عشرًا ...)) جب تم مؤذن کو (اذان دیتے ہوئے) سنو تو اُسی طرح کہو جس طرح وہ کہتا ہے پھر مجھ پر درود پڑھو کیونکہ جو شخص مجھ پر ایک دفعہ درود پڑھتا ہے تو اس کے بدلے اللہ تعالیٰ اس پر دس رحمتیں نازل فرماتا ہے۔ الخ

(صحیح مسلم:۳۸۴، ترقیم دارالسلام:۸۴۹)

۲۰) مطرف بن عبداللہ بن الشخیر رحمہ اللہ نے فرمایا: ''کنا نعلّم التشهد فإذا قال: و أشهد أن محمدًا عبده و رسوله: یحمد ربه بما شاء و یثني علیه ثم یصلّي علی النبي صلی اللّٰه علیه (و آله وسلم) ثم یسأل حاجته'' ہمیں تشہد سکھایا جاتا تھا پھر جب و أشهد أن محمدًا عبده ورسوله کہے تو اپنے رب کی حمد وثنا میں سے جو چاہے کہے پھر نبی ﷺ پر درود پڑھے پھر اپنی ضرورت مانگے یعنی دعا کرے۔

(تہذیب الآثار للطبری: الجزء المفقود ص ۲۶۰ ح ۴۴۲ وسندہ صحیح، فتح الباری ۱۱/۱۶۴ تحت ح ۶۳۵۷، ۶۳۵۸ وقال: ''بسند صحیح'')

۲۱) سیدنا ابوحمید الساعدی یا سیدنا ابواُسید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ((إذا دخل أحدکم المسجد فلیسلّم علی النبي ﷺ)) إلخ

جب تم میں سے کوئی شخص مسجد میں داخل ہو تو نبی ﷺ پر سلام کہے۔ الخ

(سنن ابی داود:۴۶۵ وسندہ صحیح)

قبر میں نبی ﷺ کی حیات کا مسئلہ

۱: اس بات میں کوئی شک وشبہ نہیں ہے کہ نبی کریم ﷺ دنیا کی زندگی گزار کر فوت ہو گئے ہیں۔

ارشادِ باری تعالیٰ ہے: ﴿اِنَّكَ مَيِّتٌ وَّ اِنَّهُمْ مَّيِّتُوْنَ﴾

بے شک تم وفات پانے والے ہو اور یہ لوگ بھی مرنے والے ہیں۔ (الزمر: ۳۰)

سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

"أَلَا مَنْ كَانَ يَعْبُدُ مُحَمَّدًا فَإِنَّ مُحَمَّدًا ﷺ قَدْمَاتَ" الخ

سن لو! جو شخص محمد (ﷺ) کی عبادت کرتا تھا تو بے شک محمد ﷺ فوت ہو گئے ہیں۔

(صحیح البخاری: ۳۶۶۸)

اس موقع پر سیدنا ابوبکر الصدیق رضی اللہ عنہ نے ﴿وَمَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوْلٌ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ﴾ الخ [آل عمران: ۱۴۴] والی آیت تلاوت فرمائی تھی۔ ان سے یہ آیت سن کر (تمام) صحابہ کرام نے یہ آیت پڑھنی شروع کر دی۔ (البخاری: ۱۲۴۱، ۱۲۴۲)

سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے بھی اسے تسلیم کر لیا۔ دیکھئے صحیح البخاری (۴۴۵۴)

معلوم ہوا کہ اس پر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کا اجماع ہے کہ نبی ﷺ فوت ہو گئے ہیں۔

سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا:

"مَاتَ النَّبِيُّ ﷺ" الخ نبی ﷺ فوت ہو گئے ہیں۔ (صحیح البخاری: ۴۴۴۶)

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((مَا مِنْ نَبِيٍّ يَمْرَضُ اِلَّا خُيِّرَ بَيْنَ الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ))

جو نبی بھی بیمار ہوتا ہے تو اسے دنیا اور آخرت کے درمیان اختیار دیا جاتا ہے۔

(صحیح البخاری ۴۵۸۶، صحیح مسلم: ۲۴۴۴)

آپ ﷺ نے دنیا کے بدلے میں آخرت کو اختیار کرلیا یعنی آپ ﷺ کی وفات کے بعد آپ کی زندگی اُخروی زندگی ہے جسے بعض علماء برزخی زندگی بھی کہتے ہیں۔

ایک روایت میں ہے کہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں:

"كُنْتُ أَسْمَعُ أَنَّهُ لَا يَمُوْتُ نَبِيٌّ حَتَّى يُخَيَّرَ بَيْنَ الدُّنْيَا وَالآخِرَةِ"

میں (آپ ﷺ سے) سنتی تھی کہ کوئی نبی وفات نہیں پاتا یہاں تک کہ اسے دنیا اور آخرت کے درمیان اختیار دے دیا جاتا ہے۔ (صحیح البخاری:۴۴۳۵ وصحیح مسلم:۲۴۴۴)

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا ہی فرماتی ہیں:

"فَجَمَعَ اللّٰهُ بَيْنَ رِيْقِي وَرِيْقِهِ فِي آخِرِ يَوْمٍ مِنَ الدُّنْيَا وَأَوَّلِ يَوْمٍ مِنَ الآخِرَةِ" پس اللہ تعالیٰ نے آپ (ﷺ) کے دنیا کے آخری دن اور آخرت کے پہلے دن میرے اور آپ کے لعابِ دہن کو (مسواک کے ذریعے سے) اکٹھا کر دیا۔

(صحیح البخاری:۴۴۵۱)

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے ایک دوسری روایت میں ہے:

"لَقَدْ مَاتَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ" الخ یقیناً رسول اللہ ﷺ فوت ہو گئے ہیں۔

(صحیح مسلم:۲۹۷۴/۲۹ [۷۴۵۳])

ان کے علاوہ اور بھی بہت سے دلائل ہیں۔ ان صحیح و متواتر دلائل سے معلوم ہوا کہ سیدنا محمد رسول اللہ ﷺ فداہ ابي وامي وروحي، فوت ہو گئے ہیں۔

سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ اپنی نماز کے بارے میں فرماتے تھے:

"إِنْ كَانَتْ هٰذِهِ لَصَلَاتَهُ حَتّٰى فَارَقَ الدُّنْيَا" آپ (ﷺ) کی یہی نماز تھی حتیٰ کہ آپ (ﷺ) دنیا سے چلے گئے۔ (صحیح البخاری:۸۰۳)

ایک دوسری روایت میں ہے کہ سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے نبی کریم ﷺ کے بارے میں فرمایا:

"حَتّٰى فَارَقَ الدُّنْيَا" حتیٰ کہ آپ (ﷺ) دنیا سے چلے گئے۔

(صحیح مسلم:۲۹۷۶/۳۳ [۷۴۵۸])

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ ہی فرماتے ہیں:

"خَرَجَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ مِنَ الدُّنیا" إلخ

رسول اللہ ﷺ دنیا سے چلے گئے۔ (صحیح البخاری:۵۴۱۴)

ان ادلۂ قطعیہ کے مقابلے میں فرقۂ دیوبندیہ کے بانی محمد قاسم نانوتوی (متوفی ۱۲۹۷ھ) لکھتے ہیں:

"ارواح انبیاء کرام علیہم السلام کا اخراج نہیں ہوتا فقط مثلِ نور چراغ اطراف و جوانب سے قبض کر لیتے ہیں یعنی سمیٹ لیتے ہیں اور سوا اُن کے اوروں کی ارواح کو خارج کر دیتے ہیں......" (جمال قاسمی ص ۱۵)

تنبیہ: میر محمد کتب خانہ باغ کراچی کے مطبوعہ رسالے "جمال قاسمی" میں غلطی سے "ارواح" کے بجائے "ازواج" چھپ گیا ہے۔ اس غلطی کی اصلاح کے لئے دیکھئے سرفراز خان صفدر دیوبندی کی کتاب "تسکین الصدور" (ص ۲۱٦) محمد حسین نیلوی مماتی دیوبندی کی کتاب "ندائے حق" (ج ا ص ۵۷۲ و ص ٦۳۵)

نانوتوی صاحب مزید لکھتے ہیں:

"رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات دنیوی علی الاتصال ابتک برابر مستمر ہے اسمیں انقطاع یا تبدل و تغیر جیسے حیات دنیوی کا حیات برزخی ہو جانا واقع نہیں ہوا"

(آب حیات ص ۲۷)

"انبیاء بدستور زندہ ہیں" (آب حیات ص ۳٦)

نانوتوی صاحب کے اس خود ساختہ نظریے کے بارے میں نیلوی دیوبندی صاحب لکھتے ہیں:

"لیکن حضرت نانوتوی کا یہ نظریہ صریح خلاف ہے اس حدیث کے جو امام احمد بن حنبل نے اپنی مسند میں نقل فرمایا ہے......" (ندائے حق جلد اول ص ٦۳٦)

نیلوی صاحب مزید لکھتے ہیں:

"مگر انبیاء کرام علیہم السلام کے حق میں مولانا نانوتوی قرآن وحدیث کی نصوص و اشارات کے خلاف جمال قاسمی ص ۱۵ میں فرماتے ہیں:

ارواح انبیاء کرام علیہم السلام کا اخراج نہیں ہوتا" (ندائے حق جلد اول ص ۲۱۷)

لطیفہ: نانوتوی صاحب کی عباراتِ مذکورہ پر تبصرہ کرتے ہوئے محمد عباس رضوی بریلوی لکھتا ہے:

"اور اس کے برعکس امام اہلِ سنت مجدد دین وملت مولانا الشاہ احمد رضا خان صاحب وفات (آنی) ماننے کے باوجود قابلِ گردن زنی ہیں"

(واللہ آپ زندہ ہیں ص ۱۲۴)

یعنی بقولِ رضوی بریلوی، احمد رضا خان بریلوی کا وفات النبی ﷺ کے بارے میں وہ عقیدہ نہیں جو محمد قاسم نانوتوی کا ہے۔!

۲: اس میں کوئی شک نہیں کہ وفات کے بعد، نبی کریم ﷺ جنت میں زندہ ہیں۔ سیدنا سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ کی بیان کردہ حدیث میں آیا ہے کہ فرشتوں (جبریل ومیکائیل علیہما السلام) نے نبی کریم ﷺ سے فرمایا:

((إِنَّهُ بَقِيَ لَكَ عُمُرٌ لَمْ تَسْتَكْمِلْهُ ، فَلَوِ اسْتَكْمَلْتَ أَتَيْتَ مَنْزِلَكَ))

بے شک آپ کی عمر باقی ہے جسے آپ نے (ابھی تک) پورا نہیں کیا۔ جب آپ یہ عمر پوری کرلیں گے تو اپنے (جنتی) محل میں آ جائیں گے۔

(صحیح البخاری ۱/۱۸۵ ح ۱۳۸۶)

معلوم ہوا کہ آپ ﷺ دنیا کی عمر گزار کر جنت میں اپنے محل میں پہنچ گئے ہیں۔

شہداء کرام کے بارے میں پیارے رسول ﷺ فرماتے ہیں:

((أَرْوَاحُهُمْ فِيْ جَوْفِ طَيْرٍ خُضْرٍ ، لَهَا قَنَادِيْلُ مُعَلَّقَةٌ بِالْعَرْشِ ، تَسْرَحُ مِنَ الْجَنَّةِ حَيْثُ شَاءَتْ ، ثُمَّ تَأْوِيْ إِلٰى تِلْكَ الْقَنَادِيْلِ))

ان کی روحیں سبز پرندوں کے پیٹ میں ہوتی ہیں، ان کے لئے عرش کے نیچے

قندیلیں لٹکی ہوئی ہیں۔ وہ (روحیں) جنت میں جہاں چاہتی ہیں سیر کرتی ہیں پھر واپس ان قندیلوں میں پہنچ جاتی ہیں۔ (صحیح مسلم: ۱۲۱/۱۸۸۷ [۴۸۸۵])

جب شہداء کرام کی روحیں جنت میں ہیں تو انبیاء کرام اُن سے بدرجہ ہا اعلیٰ جنت کے اعلیٰ و افضل ترین مقامات و محلات میں ہیں۔ شہداء کی یہ حیات جنتی، اُخروی و برزخی ہے، اسی طرح انبیاء کرام کی یہ حیات جنتی، اُخروی و برزخی ہے۔

حافظ ذہبی (متوفی ۷۴۸ھ) لکھتے ہیں:

"وَهُوَ حَيٌّ فِيْ لَحْدِهِ حَيَاةٌ مِثْلُهُ فِي الْبَرْزَخِ"

اور آپ (ﷺ) اپنی قبر میں برزخی طور پر زندہ ہیں۔ (سیر اعلام النبلاء ۹/۱۶۱)

پھر وہ یہ فلسفہ لکھتے ہیں کہ یہ زندگی نہ تو ہر لحاظ سے دنیاوی ہے اور نہ ہر لحاظ سے جنتی ہے بلکہ اصحابِ کہف کی زندگی سے مشابہ ہے۔ (ایضاً ص ۱۶۱)

حالانکہ اصحابِ کہف دنیاوی زندہ تھے، حالانکہ نبی کریم ﷺ پر بہ اعتراف حافظ ذہبی وفات آ چکی ہے، لہٰذا صحیح یہی ہے کہ آپ ﷺ کی زندگی ہر لحاظ سے جنتی زندگی ہے۔ یاد رہے کہ حافظ ذہبی بصراحتِ خود آپ ﷺ کے لئے دنیاوی زندگی کے عقیدے کے مخالف ہیں۔

حافظ ابن حجر العسقلانی لکھتے ہیں:

"لِأَنَّهُ بَعْدَ مَوْتِهِ وَإِنْ كَانَ حَيًّا فَهِيَ حَيَاةٌ أُخْرَوِيَّةٌ لَا تَشْبَهُ الْحَيَاةَ الدُّنْيَا، وَاللهُ أَعْلَمُ"

بلاشبہ آپ (ﷺ) اپنی وفات کے بعد اگرچہ زندہ ہیں لیکن یہ اخروی زندگی ہے جو دنیاوی زندگی کے مشابہ نہیں ہے۔ واللہ اعلم

(فتح الباری ج ۷ ص ۳۴۹ تحت ح ۴۰۴۲)

معلوم ہوا کہ نبی کریم ﷺ زندہ ہیں لیکن آپ کی زندگی اُخروی و برزخی ہے، دنیاوی نہیں ہے۔

اس کے برعکس علمائے دیوبند کا یہ عقیدہ ہے:

" وحیوته ﷺ دنیویة من غیر تکلیف وهی مختصة به ﷺ وبجمیع الأنبیاء صلوات الله علیهم والشهداء ــلا برزخیة......"

"ہمارے نزدیک اور ہمارے مشائخ کے نزدیک حضرت ﷺ اپنی قبر مبارک میں زندہ ہیں اور آپ کی حیات دنیا کی سی ہے بلا مکلّف ہونے کے اور یہ حیات مخصوص ہے آنحضرت اور تمام انبیاء علیہم السلام اور شہداء کے ساتھ برزخی نہیں ہے جو تمام مسلمانوں بلکہ سب آدمیوں کو......"

(المہند علی المفند فی عقائد دیوبند ص ۲۲۱ پانچواں سوال: جواب)

محمد قاسم نانوتوی صاحب لکھتے ہیں:

"رسول اللہ ﷺ کی حیات دنیوی علی الاتصال ابتک برابر مستمر ہے اسمیں انقطاع یا تبدل وتغیر جیسے حیات دنیوی کا حیات برزخی ہو جانا واقع نہیں ہوا"

(آب حیات ص ۲۷)

دیوبندیوں کا یہ عقیدہ سابقہ نصوص کے مخالف ہونے کی وجہ سے مردود ہے۔

سعودی عرب کے جلیل القدر شیخ صالح الفوزان لکھتے ہیں:

" اَلَّذِيْ يَقُوْلُ: إِنَّ حَيَاتَهُ فِي الْبَرْزَخِ مِثْلُ حَيَاتِهِ فِي الدُّنْيَا كَاذِبٌ وَهٰذِهِ مَقَالَةُ الْخَرَافِيِّيْنَ " جو شخص یہ کہتا ہے کہ آپ (ﷺ) کی برزخی زندگی دنیا کی طرح ہے وہ شخص جھوٹا ہے۔ یہ من گھڑت باتیں کرنے والوں کا کلام ہے۔

(التعلیق المختصر علی القصیدۃ النونیہ، ج ۲ ص ۶۸۴)

حافظ ابن قیم نے بھی ایسے لوگوں کی تردید کی ہے جو برزخی حیات کے بجائے دنیاوی حیات کا عقیدہ رکھتے ہیں۔ (النونیہ، فصل فی الکلام فی حیاۃ الانبیاء فی قبورھم ۲/۱۵۴، ۱۵۵)

امام بیہقی رحمہ اللہ (برزخی) ردِ ارواح کے ذکر کے بعد لکھتے ہیں:

" فَهُمْ أَحْيَاءٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ كَالشُّهَدَاءِ " پس وہ (انبیاء علیہم السلام) اپنے رب کے پاس، شہداء کی طرح زندہ ہیں۔ (رسالہ: حیات الانبیاء للبیہقی ص ۲۰)

یہ عام صحیح العقیدہ آدمی کو بھی معلوم ہے کہ شہداء کی زندگی اُخروی و برزخی ہے، دنیاوی نہیں ہے۔ عقیدہ حیات النبی ﷺ پر حیاتی ومماتی دیوبندیوں کی طرف سے بہت سی کتابیں لکھی گئی ہیں مثلاً مقامِ حیات، آبِ حیات، حیاتِ انبیاء کرام، ندائے حق اور اقامۃ البرھان علی ابطال وساوس ھدایۃ الحیران۔ وغیرہ

اس سلسلے میں بہترین کتاب مشہور اہلِ حدیث عالم مولانا محمد اسماعیل سلفی رحمہ اللہ کی ''مسئلہ حیاۃ النبی ﷺ'' ہے۔

۳: بعض لوگ کہتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ، اپنی قبر مبارک پر لوگوں کا پڑھا ہوا درود بنفسِ نفیس سنتے ہیں اور بطورِ دلیل ''مَنْ صَلَّى عَلَيَّ عِنْدَ قَبْرِيْ سَمِعْتُهُ'' والی روایت پیش کرتے ہیں۔ عرض ہے کہ یہ روایت ضعیف ومردود ہے۔ اس کی دو سندیں بیان کی جاتی ہیں:

اول: محمد بن مروان السدي عن الأعمش عن أبي صالح عن أبي هريرة ......إلخ (الضعفاء للعقیلی ۱۳۶/۴، ۱۳۷ وقال: لا اصل لہ من حدیث اعمش ولیس بمحفوظ الخ وتاریخ بغداد ۲۹۲/۳ ت ۱۳۷۷ وکتاب الموضوعات لابن الجوزی ۳۰۳/۱ وقال: ھذا حدیث لا یصح الخ)

اس کا راوی محمد بن مروان السدی: متروک الحدیث (یعنی سخت مجروح) ہے۔

(کتاب الضعفاء للنسائی: ۵۳۸)

اس پر شدید جروح کے لئے دیکھئے امام بخاری کی کتاب الضعفاء (۳۵۰، مع تحقیقی: تحفۃ الاقویاء ص ۱۰۲) ودیگر کتب اسماء الرجال

حافظ ابن القیم نے اس روایت کی ایک اور سند بھی دریافت کر لی ہے۔

''عبدالرحمن بن أحمد الأعرج: حدثنا الحسن بن الصباح: حدثنا أبو معاوية: حدثنا الأعمش عن أبي صالح عن أبي هريرة'' إلخ

(جلاء الافہام ص ۵۴ بحوالہ کتاب الصلوٰۃ علی النبی ﷺ لابی الشیخ الاصبہانی)

اس کا راوی عبدالرحمٰن بن احمد الاعرج غیر موثق (یعنی مجہول الحال) ہے۔ سلیمان بن مہران الاعمش مدلس ہیں۔ (طبقات المدلسین: ۵۵/۲ والتلخیص الحبیر ۴۸/۳ ح ۱۱۸۱ وصحیح ابن حبان، الاحسان طبعہ

جدیدہ ۱/۱۶۱ و عام کتب اسماء الرجال)

اگر کوئی کہے کہ حافظ ذہبی نے یہ لکھا ہے کہ اعمش کی ابو صالح سے معنعن روایت سماع پر محمول ہے۔ (دیکھئے میزان الاعتدال ۲/۲۲۴)

تو عرض ہے کہ یہ قول صحیح نہیں ہے۔ امام احمد نے اعمش کی ابو صالح سے (معنعن) روایت پر جرح کی ہے۔ دیکھئے سنن الترمذی (۲۰۷ بتحقیقی) نیز علمی مقالات (۳/۳۰۰)

اس مسئلے میں ہمارے شیخ ابو القاسم محبّ اللہ شاہ الراشدی رحمہ اللہ کو بھی وہم ہوا تھا۔ صحیح یہی ہے کہ اعمش طبقۂ ثالثہ کے مدلس ہیں اور غیر صحیحین میں اُن کی معنعن روایات، عدمِ تصریح و عدمِ متابعت کی صورت میں ضعیف ہیں، لہٰذا ابو الشیخ والی یہ سند بھی ضعیف و مردود ہے۔

یہ روایت "مَنْ صَلّٰی عَلَيَّ عِنْدَ قَبْرِيْ سَمِعْتُهُ" اس صحیح حدیث کے بھی خلاف ہے جس میں آیا ہے: ((إِنَّ لِلّٰهِ فِي الْأَرْضِ مَلَائِكَةً سَيَّاحِيْنَ يُبَلِّغُوْنِيْ مِنْ أُمَّتِي السَّلَامَ)) بے شک زمین میں اللہ کے فرشتے سیر کرتے رہتے ہیں، وہ مجھے میری اُمت کی طرف سے سلام پہنچاتے ہیں۔ (کتاب فضل الصلوٰۃ علی النبی ﷺ للامام اسماعیل بن اسحاق القاضی: ۲۱ وسندہ صحیح، والنسائی ۳/۴۳ ح ۱۲۸۳، الثوری صرح بالسماع)

اس حدیث کو ابن حبان (موارد: ۲۳۹۲) و ابن القیم (جلاء الافہام ص ۶۰) وغیرہما نے صحیح قرار دیا ہے۔

خلاصۃ التحقیق: اس ساری تحقیق کا خلاصہ یہ ہے کہ نبی کریم ﷺ فوت ہو گئے ہیں، وفات کے بعد آپ جنت میں زندہ ہیں۔ آپ کی یہ زندگی اُخروی ہے جسے برزخی زندگی بھی کہا جاتا ہے۔ یہ زندگی دنیاوی زندگی نہیں ہے۔

کلمہ طیبہ: لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ کا ثبوت

امام ابو القاسم الحسین بن محمد بن ابراہیم بن الحسین الدمشقی الحنائی رحمہ اللہ (متوفی ۴۵۹ھ) نے فرمایا: ''أخبرنا أبو محمدعبدالرحمٰن بن عثمان بن القاسم بن معروف بن حبيب بن أبان التميمي قراءةً عليه وأنا أسمع قثنا أبوالحسن أحمد بن سليمان بن أيوب بن حذلم القاضي الأسدي قثنا أبوزرعة عبدالرحمٰن بن عمرو النصري قثنا أبواليمان قال أبنا شعيب عن الزهري قال أخبرني سعيد بن المسيب أن أباهريرة أخبره أن رسول الله ﷺ قال: أمرت أن أقاتل الناس حتى يقولوا لا إله إلّا الله، ومن قال لاإله إلا الله فقد عصم مني نفسه وماله إلا بحقه وحسابه على الله ،قال: فأنزل الله عزوجل في كتابه وذكر قومًا استكبروا فقال: ﴿ اِنَّهُمْ كَانُوْٓا اِذَا قِيْلَ لَهُمْ لَآ اِلٰهَ اِلَّااللّٰهُ يَسْتَكْبِرُوْنَ﴾ ، وقال الله تبارك وتعالىٰ: ﴿ اِذْجَعَلَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا فِيْ قُلُوْبِهِمُ الْحَمِيَّةَ حَمِيَّةَ الْجَاهِلِيَّةِ فَاَنْزَلَ اللّٰهُ سَكِيْنَتَهٗ عَلٰى رَسُوْلِهٖ وَعَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ وَاَلْزَمَهُمْ كَلِمَةَ التَّقْوٰى وَكَانُوْٓا اَحَقَّ بِهَا وَاَهْلَهَا ط﴾

وهي: **لا إله إلاالله محمد رسول الله** ،استكبر عنها المشركون يوم الحديبية فكاتبهم رسول الله ﷺ على قضية مدة. **هذاحديث صحيح** من حديث أبي بكر محمد بن مسلم بن عبيد الله ابن عبد الله بن شهاب الزهري،عن أبي محمد سعيد بن المسيب بن حزن المخزومي القرشي،أحد الأئمة بالمدينة ،من التابعين ''

(سیدنا) ابو ہریرہ (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں لوگوں سے اس وقت تک قتال کروں جب تک وہ لا الٰہ الا اللہ کہہ دیں اور جس نے

لا الٰہ الا اللہ کہہ دیا تو اس نے مجھ سے اپنی جان اور مال کو بچالیا، سوائے اس کے حق کے اور اس کا حساب اللہ پر ہے۔

فرمایا: پس اللہ عزوجل نے اپنی کتاب میں نازل فرمایا اور تکبر کرنے والی ایک قوم کا ذکر کر کے فرمایا: جب کفر کرنے والوں نے اپنے دلوں میں جاہلیت والی ضد رکھی تو اللہ نے اپنا سکون واطمینان اپنے رسول اور مومنوں پر اتارا اور ان کے لئے کلمۃ التقویٰ کو لازم قرار دیا اور وہ اس کے زیادہ مستحق واہل تھے۔ (الفتح:۲۶)

اور وہ (کلمۃ التقویٰ) **لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ** ہے۔

(صلح) حدیبیہ والے دن جب رسول اللہ ﷺ نے مدت (مقرر کرنے) والے فیصلے میں مشرکین سے معاہدہ کیا تھا تو مشرکوں نے اس کلمے سے تکبر کیا تھا۔ **یہ حدیث صحیح ہے،** اسے ابو بکر محمد بن مسلم بن عبید اللہ بن عبد اللہ بن شہاب الزہری نے مدینہ میں تابعین کے اماموں میں سے ایک امام ابو محمد سعید بن المسیب بن حزن المخزومی القرشی سے روایت کیا ہے۔ (فوائد الحنائی أو الحنائیات، تخریج ابی محمد عبد العزیز بن محمد النخشبی ج ۱ ص ۱۵۴ ح ۱۵۴، وسندہ صحیح)

اس صحیح روایت سے بھی کلمۂ طیبہ مذکورہ الفاظ کے ساتھ ثابت ہے۔ والحمد للہ

مزید تفصیل کے لئے دیکھئے ماہنامہ الحدیث (عدد ۵۳ ص ۱۱۔۱۶) اور توضیح الاحکام (ج ۱ ص ۷۵۔۸۰)

نبی ﷺ پر جھوٹ بولنے والا جہنم میں جائے گا

نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ((من يقل عليّ ما لم أقل فليتبوأ مقعده من النار))
جس شخص نے مجھ پر ایسی بات کہی جو میں نے نہیں کہی تو وہ اپنا ٹھکانا (جہنم کی) آگ میں بنالے۔ (صحیح بخاری: ۱۰۹)

ارشادِ نبوی ہے کہ ((من روى عني حديثًا وهو يرى أنه كذب فهو أحد الكاذبين)) جس نے مجھ سے ایک حدیث بیان کی اور وہ جانتا ہے کہ یہ روایت جھوٹی (میری طرف منسوب) ہے تو یہ شخص جھوٹوں میں سے ایک یعنی کذاب ہے۔ (مسند علی بن الجعد: ۱۴۰ وسندہ صحیح، صحیح مسلم: ۱)

متواتر احادیث سے ثابت ہے کہ رسول اللہ ﷺ پر جھوٹ بولنے والا شخص جہنمی ہے۔ اس کے باوجود بہت سے لوگ دن رات اپنی تقریروں، تحریروں اور عام گفتگو میں جھوٹی، بے اصل اور مردود روایتیں کثرت سے بیان کرتے رہتے ہیں اور اس سلسلے میں آلِ تقلید کافی نڈر واقع ہوئے ہیں بلکہ یوں کہا جائے کہ ان کی کتابیں اور تقریریں جھوٹی روایات کا پلندا ہیں تو یہ مبالغہ نہ ہوگا، مثلاً محمد زکریا کاندھلوی دیوبندی لکھتے ہیں:

"حضرت عبداللہ بن عباسؓ فرماتے ہیں کہ ابتدا میں حضور اقدسؐ رات کو جب نماز کے لئے کھڑے ہوتے تو اپنے کو رسی سے باندھ لیا کرتے کہ نیند کے غلبہ سے گر نہ جائیں۔ اس پر طٰهٰ مَآ اَنۡزَلۡنَا عَلَيۡكَ الۡقُرۡاٰنَ لِتَشۡقٰٓى نازل ہوئی"

(فضائل نماز ص ۸۲ تیسرا باب حدیث ۸، تبلیغی نصاب ص ۳۹۸)

زکریا صاحب کی بیان کردہ یہ روایت تاریخ دمشق لابن عساکر (۴/ ۹۹، ۱۰۰) میں "عبدالوهاب بن مجاهد عن أبيه عن ابن عباس" کی سند سے مروی ہے۔ حاکم نیشاپوری فرماتے ہیں: "يروي عن أبيه أحاديث موضوعة" عبدالوہاب بن مجاہد

اپنے باپ سے موضوع حدیثیں بیان کرتا تھا۔ (المدخل الی الصحیح ص ۱۷۳) ابن معین نے کہا: لاشيء وہ کوئی چیز نہیں ہے۔ (سوالات ابن الجنید: ۲۶۴) نسائی نے کہا: متروک الحدیث (کتاب الضعفاء والمتروکین: ۳۷۵) علی بن المدینی نے کہا: غیر ثقة ولا یکتب حدیثه وہ ثقہ نہیں ہے اور اس کی حدیث نہ لکھی جائے۔ (سوالات محمد بن عثمان بن ابی شیبہ: ۱۲۵)

حافظ ابن حجر نے کہا: ''متروك'' الخ (تقریب التہذیب: ۴۲۶۳)

ایسے سخت مجروح راوی کی موضوع روایت عوام الناس کے سامنے پیش کی گئی ہے، حالانکہ اس کے برعکس صحیح روایت میں آیا ہے کہ نبی ﷺ نے ایک رسی بندھی ہوئی دیکھی تو پوچھا: یہ کیا (اور کس لئے) ہے؟ کہا گیا کہ یہ زینب (رضی اللہ عنہا) کے لئے ہے۔ جب وہ (عبادت کرتے ہوئے) تھک جاتی ہیں تو اس سے لٹک جاتی ہیں۔ آپ نے فرمایا: ایسا نہ کرو، اسے کھول دو، جب تک ہشاش بشاش رہو تو نماز پڑھو اور جب تھک جاؤ تو بیٹھ جاؤ۔

(صحیح بخاری: ۱۱۵۰ و صحیح مسلم: ۷۸۴)

رسول اللہ ﷺ تو عبادت کے لئے رسی باندھنے کے عمل سے منع فرما رہے ہیں اور زکریا صاحب مذکورہ موضوع روایت کے ذریعے سے یہ کہتے ہیں کہ ''تو اپنے کو رسی سے باندھ لیا کرتے کہ نیند کے غلبہ سے گر نہ جائیں''!!

جھوٹی اور مردود روایات معلوم کرنے کے کئی طریقے ہیں مثلاً:

① روایت بیان کرنے والا کذاب و متروک ہو۔

② روایت بے سند و بے حوالہ ہو۔

③ محدثینِ کرام نے روایتِ مذکورہ کو موضوع، باطل اور مردود وغیرہ قرار دیا ہوا گرچہ اس کے راوی ثقہ و صدوق ہوں اور سند بظاہر صحیح یا حسن معلوم ہوتی ہو۔

یاد رکھیں کہ نبی ﷺ پر جھوٹ بولنے والا شخص جہنم میں جائے گا۔ اس وعیدِ شدید میں آپ ﷺ پر جھوٹ بولنے والا اور آپ پر جھوٹ کو بغیر تردید کے آگے لوگوں تک پہنچانے والا دونوں یکساں شامل و شریک ہیں۔

کتاب وسنّت کی روشنی میں

نمازِ نفل

مفہوم، فضائل، انواع واقسام اور آداب

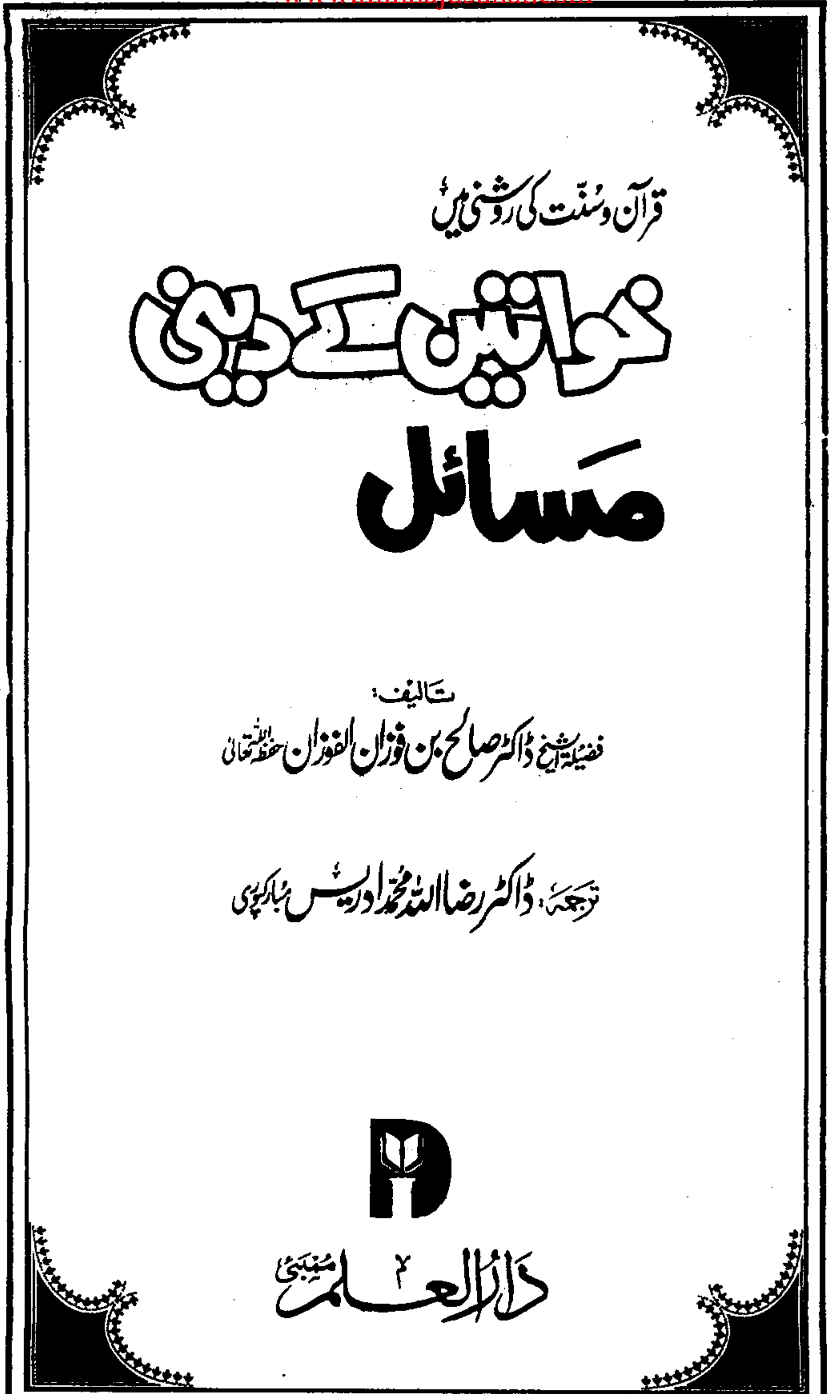
تالیف

سعید بن علی بن وہف القحطانی

ترجمہ

ڈاکٹر حافظ محمد اسحاق زاہد

دار العلم ممبئی



قرآن وسنت کی روشنی میں

خواتین کے دینی مسائل

تالیف:

فضیلۃ الشیخ ڈاکٹر صالح بن فوزان الفوزان حفظہ اللہ تعالیٰ

ترجمہ: ڈاکٹر رضاء اللہ محمد ادریس مبارکپوری

دار العلم ممبئی



242, J.B.B. Marg, (Belasis Road),
Nagpada, Mumbai-8 (INDIA)
Tel,: (+91-22) 2308 8989, 2308 2231
fax :(+91-22) 2302 0482
E-mail : ilmpublication@yahoo.co.in

₹ 65/-